هو الکل — یامعین

مجموعہ

خطوط خواجہ حسن نظامی

حصہ اول

بابا کے نام - بیوی کے نام - دوستوں کے نام - مریدوں کے نام

خطوط نویسی سکھانے کا بے سخن استاد

جناب لیلی خواجہ بانو صاحبہ اہلیہ حضرت خواجہ حسن نظامی نے مرتب فرمایا اور

پیرزادہ سید محمد صادق کارکن حلقۃ المشائخ عرب سرائے دہلی

نے

بماہ جمادی الاخری ۱۳۳۵ ہجری مطابق اپریل ۱۹۱۷ عیسوی

بازار محبوب پائے کے مطبع المطابع دہلی میں چھپوا کر شائع کیا

باسمِ اللّٰہِ الاکبر

الیٰ

عبدِ اللّٰہِ الاکبر

کاتبِ فطرۃ کے نام

خلقت مجکو مصورِ فطرۃ کہتی ہے اور میں صرف کاتبِ فطرۃ کا مکتوب الیہ ہوں۔ اِس مجموعہ میں جسقدر مکتوبات ہیں۔ اُنکی بول چال۔ اور مصوری حال و مقال سب پرتوہ اور فیض اُس وجودِ اکبر کا ہے جسکو خدا نے کاتبِ فطرۃ اور لسانِ عصر بنایا ہے۔ یعنی وجدان الملۃ۔ خضرِ ظلمات۔ ادیب آخر الزمان۔ حبیب ہندوستان۔ جناب مولانا سید اکبر حسین۔ اکبر الٰہ آبادی +

آج اُن سے بڑھکر اردو زبان میں کوئی شخص۔ بلیغ۔ سادہ۔ پُر لطف۔ موثر اور مختصر خط لکھنے کی قابلیت نہیں رکھتا۔ میں نے جو کچھہ حاصل کیا۔ انہی کی نعلین لٹریچر کی خاک کا نتیجہ ہے۔ لہذا یہ مجموعہ اربعہ عناصر اسی آبادی الٰہ کے باشندۂ فطرۃ پناہ کی نذر کرتا ہوں۔ جنکے الفاظ کے ادب کی تاثیر سے یہ خطوط ادبی شان میں چھپنے کے قابل ہوئے +

اُن کی سلامتی ہو۔ میری سلامتی ہو۔ اِن مکتوبات کی سلامتی ہو۔ وہ بھی سلامت رہیں جنکے نام یہ خطوط لکھے گئے تھے۔ اور میری لیلےٰ بھی شاد کام زندگی بسر کریں جن کی محنت اور سعی نے ان کاغذ کے پُرزوں کو دور دور سے سمیٹا۔ اور قرینہ سے جوڑ جاڑ کر جلدی جلدی چھپوایا۔

حجرہ رین بسیرا

درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا۔ محبوب الٰہی رح

اپریل ۱۹۱۷ء

سرنامۂ خطوط حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب

نوشتہ

جناب مولوی محمد سید زاہد المودودی صاحب دہلوی

ازتاج محل بھوپال

یورپ کا دعویٰ ہے کہ اس نے اپنے اثر۔ اپنی تعلیم۔ اپنے طرز و روش کا نے سے اہل ایشیا کو خط لکھنا سکھایا۔ ورنہ تعلیم مغربی کے رواج سے پہلے ایشیا اور خصوصاً ہندوستان میں نہایت طول طویل مکتوبات کا رواج تھا۔ اور رغوبیت یہ کہ مطلب تھوڑا۔ کام کی باتیں کم۔ اور عبارت آرائی کے مبالغوں کی کثرت۔

میں مغرب کے اس اوہاستے خودستائی سے انکار کرتا ہوں۔ میرے پاس اس کی دلیلیں موجود ہیں۔ اور میں یہ ثابت کر سکتا ہوں کہ خطوط نویسی کا سلیقہ ایشیا نے یورپ سے نہیں بلکہ یورپ نے ایشیا کے آگے زانوے شاگردی تہ کرکے سیکھا ہے۔

کیا کوئی میری اس تحریر میری اس رائے میرے اس خیال کی تردید اور مخالفت کر سکتا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ مغربی اثر پذیر طبائع مغرب کو مشرق کا شاگرد کہنے سے نہایت برہم ہونگی۔ لیکن جنہیں ذرا بھی خدا تعالیٰ نے ذوق سلیم عنایت فرمایا ہے وہ واقف ہیں اور جانتے ہیں کہ کون استاد اور کون تلمیذ ہے۔

دلائل

تمام دنیا اسکو تسلیم کرتی ہے کہ عرب میں جس وقت اسلام کا ظہور ہوا۔ اور اللہ جل شانہ نے اپنے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تمام دنیا کے لیے حجاز میں مبعوث کیا تو اس زمانہ میں اہل عرب بالکل جاہل تھے۔ نہ وہ یہ جانتے تھے کہ لکھنا کسکو کہتے ہیں۔ نہ پڑھنے سے واقف تھے۔ خود پیغمبر صلعم لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ مگر باوجود اس عام جہالت کے خط لکھنے اور مختصر الفاظ میں بڑا مطلب ادا کرنے کا جیسا زبردست ملکہ عربوں میں تھا وہ اس زمانہ کے متمدن اور سربرآرائے حکومت عیسائیوں کو بھی نہ تھا۔ اور یورپ تو اس وقت وحشیوں کی سی زندگی بسر کر رہا تھا۔ (اسکا ذکر ہی فضول ہے)

اگر عرب (مسلمان) اسپین میں جاکر یورپ کو تعلیم نہ دیتے اور اسکی جاہلانہ حرکات و وحشیانہ سکنات کی اصلاح و تربیت نہ کرتے تو شاید اور دو چار صدیاں اہل یورپ اسی عالم بے حسی میں پڑے رہتے۔

پیغمبر خدا صلعم نے جو خطوط عیسائیوں کے شہنشاہ اعظم ہرقل اور ایران کے تاجدار اکبر کسریٰ اور مصر کے فرماں روائے بزرگ مقوقس کے نام بھیجے تھے آج وہ تمام دنیا کے سامنے موجود ہیں۔ مسلم بھی ان کو جانتے ہیں اور غیر مسلم بھی ان سے واقف ہیں۔ کہ یہ خطوط کیسے مختصر کیسے جامع۔ اور کیسے سادہ تھے۔ چند فقروں میں سارا مقصود موجود۔ نہ جہالت کی گستاخی

پائی جاتی ہے نہ علمیت کی عبارت آرائی۔

خطوط میں سب سے بڑی اور مقدم چیز سرنامہ کی بلاغت تھی جسکو آداب والقاب بھی کہا جاتا ہے۔ اور یہی سرنامہ اہل یورپ کا سرمایۂ فخر و ناز ہے کہتے ہیں کہ سادگی۔ اور اختصار یورپی خطوط کا حصہ ہے۔ اور کثرت مبالغہ و فرضی آداب والقاب ایشیائی خطوط کی دولت۔ کیونکہ یورپ والے بادشاہ کو بھی "سر" کے لفظ سے مخاطب کرسکتے ہیں۔ اور اہل ایشیا کا معمولی مخاطب بھی خط میں چار سطروں کے القاب آداب کا خواستگار ہوتا ہے۔ گویا یورپ میں مساوات اور سادگی ہے اور ایشیا میں تکلف و تصنع۔

محمد شاہ بادشاہ دہلی کی ایک حکایت تاریخوں میں دکھائی جاتی ہے کہ جب اسکو نادر شاہ نے دہلی پر چڑھائی کرنے سے پہلے خط بھیجا تو اس نے نادر کو چھ مہینے تک اس وجہ سے جواب نہ دیا کہ القاب کی بحث درپیش تھی۔ بادشاہوں کے القاب نادر شاہ کے لئے موزوں نہ تھے کیونکہ یہ ایک معمولی لٹیرا تھا۔ اور ادنیٰ القاب لکھنے میں نادر کے بگڑنے کا خیال ہوتا تھا۔

یہ ایران کا اثر تھا

مسلمانان ہندوستان میں القاب و آداب کی کثرت اور تصنع نے اہل ایران کی بدولت رواج پایا۔ ایرانی خطوط عبارت آرائی و انشاپردازی اور مغلق عبارت سے لبریز ہوتے تھے۔ ان کے ساتھ معاشرت اور میل جول میں ان کی عبارت آرائی کا ہم میں بھی اثر ہو گیا۔ ورنہ اس سے پہلے مسلمانوں کی عبارت تصنع سے پاک ہوتی تھی۔ اسکی شہادت میں ہیں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب جو انہوں نے تبلیغ رسالت کے لئے اطراف و جوانب

کے بادشاہوں کو بھیجے تھے پیش کرتا ہوں۔ اور وہ میری تحریر والے کی بین دلیل ہیں۔

حبش کے بادشاہ نجاشی کے نام

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ خط ہے محمد رسول اللہ کا نجاشی شاہ حبش کے نام۔ حمد و ثنا ہے اس خدائے برحق اور قادر مطلق کی جو دونوں جہان کا بادشاہ ہے۔ وہ سب عیوب و نقصانات سے پاک اور جمیع خواہشات سے مبرا ہے۔ وہی بے نیاز ہے اور ہم سب اُسکے بندے ہیں۔ وہ اپنے نشانات ظاہر اور معجزات باہر دیکر اپنے پیغمبروں کو سچا کرتا ہے۔ وہی اپنے بندوں کو قیامت کے عذاب سے بچانے والا۔ اور ان کو عالی مراتب پر پہنچانے والا ہے۔ وہی سب سے زبردست اور سب پر غالب۔ وہی دانا جبار اور متکبر ہے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسےٰ خدا کا بندہ۔ اس کی روح اور اسکا کلمہ ہے اور مریم روح و کلمہ کے باعث حاملہ ہوئی۔ خدا نے عیسیٰ کو اپنی روح سے پیدا کیا تھا۔ جو مریم کے پیٹ میں رکھدی گئی تھی۔ جیسے کہ اس نے آدم کو اپنے لطف و کرم سے بغیر ماں باپ کے پیدا کیا۔ اور اسمیں اپنی روح پھونکدی۔ نجاشی! میں تجھے خدا کی طرف بلاتا ہوں۔ اس سے پہلے میں نے اپنے چچازاد بھائی جعفر کو تیرے پاس بھیجا تھا۔ اسکے ساتھ اور بہت سے مسلمان بھی تھے۔ تجھے مناسب ہے کہ غرور کو بالائے طاق رکھکر میری نصیحت مان لے۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ" (شمس التواریخ صفحہ ۱۵۱۳)

عیسائیوں کے شہنشاہ روم کے نام

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ نامہ محمد رسول اللہ نے ہرقل اعظم روم کو لکھا ہے۔ سلام اس شخص پر

جو سیدھی اور سچی راہ کی پیروی کرے ماسے ہرقل بندہ ۔ تجھے اسلام کی طرف بلاتا ہوں ۔ تو مسلمان ہو جا اس سے تیرے دین دنیا (دونوں) درست ہو جاوینگے ۔ بلکہ خدا اسکے بدلے میں تجھے دونا دیگا ۔ اگر تونے انکار کیا تو سمجھ رکھ کہ تیرے سارے ملک کی رعایا کا وبال تیرے گردن پر رہیگا ۔" (شمس التواریخ صفحہ ۵۱۶)

شہنشاہ ایران کسریٰ کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ یہ خط ہے محمد رسول اللہ کا کسریٰ پرویز بادشاہ فارس کے نام ۔ سلام اس شخص کو جو راہ راست کی پیروی کرے اور خدا کا قائل ہو کر گواہی دے کہ خدا ایک ہے اور محمد اسکا بندہ اور رسول ہے ۔ کسریٰ! میں تجھے اسلام کی طرف بلاتا ہوں ۔ چونکہ میں سارے جہان کیلئے خدا کا رسول ہوں اسلئے سب آدمیوں کو خدا کے عذاب سے ڈراتا ہوں ۔ اور کافروں پر حجت تمام کرتا ہوں ۔ اے کسریٰ! تو بھی خدا سے ڈر کے مسلمان ہو جا تا کہ ہلاکت سے بچ کے فلاح کو پہنچے ۔ اگر انکار سے سرکشی کریگا تو یاد رکھیو کہ مجوسیوں کا سارا وبال تجھی پر پڑے گا ۔ (شمس التواریخ صفحہ ۵۲۲)

ان خطوط کی سادگی اور اختصار کھلی ہوئی دلیل اس بات کی ہے کہ اسلام کی بنیاد و مبالغہ اور بناوٹ سے بالکل پاک تھی ۔ اس میں اسکا لحاظ نہ کیا جاتا تھا کہ جس کو خط لکھنا ہے وہ کس درجہ اور مرتبہ کا ہے ۔ بڑے سے بڑے شہنشاہ اور ادنیٰ سے ادنیٰ غلام کے نام یکساں خطاب کیساتھ نامہ نویسی ہوتی تھی ۔ آنحضرت صلعم کے ان خطوط کے علاوہ اور بہت سے خط ان مسلمانوں کے نام ہیں جو آپکے غلام اور حلقہ بگوش تھے ۔ ان کو بھی جب آپ خط لکھتے تھے تو اسی طرح خطاب فرماتے تھے کہ "من محمد رسول اللہ الی فلاں" ۔ القاب آداب کا نام و نشان بھی نہ ہوتا تھا ۔ تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ

ایران آنحضرتؐ کے زمانہ میں بھی تکلفات اور تصنع میں از حد مبتلا تھا اور اسکے ہاں مبالغہ اور بناوٹ کی عبارت آرائیاں خطوں میں ہوتی تھیں۔ چنانچہ جس وقت آنحضرتؐ کا خط شاہ ایران پرویز ابن ہرمز کے سامنے پڑھا گیا تو وہ آگ بگولا ہو گیا۔ اور اس نے حضورؐ کے نامہ مبارک کو پارہ پارہ کرکے پھینک دیا اور کہا "یہ کون گستاخ شخص ہے جس نے میرے نام سے پہلے اپنا نام لکھا ہے"! اس واقعہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کی خطوط نویسی ابتدا میں بالکل سادہ تھی اور ایران نے اپنے اثر صحبت سے اس میں رنگ آمیزیاں کر دیں۔

طریقہ خطاب

یورپ میں باوجود دعوی مساوات اور سادگی کے اب تک خطوط میں یہ امتیاز پایا جاتا ہے کہ بادشاہ کو "یور مجسٹی" اور وزرا کو "یور ایکسیلنسی" لکھتے ہیں لیکن مسلمانوں کے ہاں اسکی کچھ پابندی نہ تھی۔ ایک ادنی مسلمان اپنے خلفا کو یہانتک کہ خود رسول اللہ کو مساویانہ خط لکھتا تھا۔ اور ان کی زبان میں کوئی مخصوص امتیازی لفظ نہ تھا۔ سوائے اسکے کہ امیر المومنین یا رسول اللہ لکھا جاتا تھا مثلاً ایک مسلمان رسول خدا کو خط لکھتا تو اس طرح اسکو شروع کرتا تھا "من معاذ ابن جبل الی محمد رسول اللہ" یا خلفا کو خط لکھے جاتے تو ان کی ابتدا یوں ہوتی تھی "من ابی ہریرہ الی عمر ابن الخطاب امیر المومنین"!

بخلاف اسکے یورپ میں یہ رواج ہے کہ بادشاہوں کو مخصوص الفاظ کے ساتھ خط لکھے جاتے ہیں اور خط بھیجنے والا اپنا نام اوسی خط کے آخر میں نیچے لکھتا ہے یا حکام سلطنت اور بڑے درجہ والے اپنے محکوم اور کم رتبہ کے لوگوں کے نام جب خط لکھتے ہیں تو لفظ "سر" سے شروع کرتے ہیں اور

خاتمہ خط کے بعد مکتوب الیہ کا نام اور پتہ نیچے لکھ دیتے ہیں۔

مسلمانوں اور اہل یورپ کے ان دونوں طرز خطاب کا موازنہ کرنے سے معلوم ہو جائیگا کہ سادگی اور مساوات اسلام میں ہے۔ اور یورپ میں نہیں ہے کیونکہ اسلام میں کم رتبہ کا ذلیل غلام بھی اپنے آقا کے نام سے پہلے اپنا نام لکھ سکتا ہے۔ اور ایک تابعدار امتی بھی اپنے پیشوا رسول اللہ کے اسم عالی سے مقدم اپنا نام تحریر کرسکتا ہے۔ مسلمانوں میں یہ دستور بالکل نہیں پایا جاتا کہ مکتوب الیہ کی چھٹائی اور خوروی کے سبب پیشانی پر اسکا نام نہ لکھا جائے بلکہ خط کے نیچے درج ہو جیسا کہ یورپ والوں کے ہاں رواج ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ترجمہ خطوط سے جو ابھی میں نے نقل کئے ہیں معلوم ہو گیا ہوگا کہ مسلمانوں کے مکتوبات بالکل صاف سلیس اور عبارت آرائی سے پاک ہوتے تھے اور یورپ میں جو کچھ بھی تھوڑا بہت سلیقہ خط و کتابت کا پایا جاتا ہے وہ سب مسلمانوں کا پرتو ہے جو اسپین کی اسلامی حکومت نے ان پر ڈالا۔

موجودہ اُردو کی سادہ خط و کتابت

اس تمہید کے بعد اب میں موجودہ اردو کی سادہ خط و کتابت کو سامنے لاتا ہوں۔ جسپر لکھنا اس وقت میرے پیش نظر ہے۔

ہندوستان میں جب تک ایرانی (یعنی فارسی) زبان کا رواج رہا تو مسلمانوں کے نامہ و پیام میں تکلفات اور مبالغے کے القاب و آداب رائج رہے لیکن جب سے اُردو زبان نے ترقی کی۔ تو مسلمانوں میں پھر ان کی وہی قدیمی سادگی اور سلاست عود کر آئی۔ یورپین صحبت کی تاثیر سے اس سادہ نویسی کو کچھ تعلق نہیں۔ کیونکہ اسکا رواج اسوقت سے شروع ہو گیا تھا۔ جبکہ ہندوستان میں انگریزی پڑھے ہوئے لوگ گنتی کے چند آدمی تھے۔ مرزا غالب کے مکتوبات اس کے شاہد ہیں۔ جو غدر سے پہلے اور غدر کے بعد انہوں نے لکھے تھے یہ تمام خطوط القاب و آداب کے تصنع سے پاک ہیں اور نہایت سادہ پر لطف عبارت میں تحریر کیے ہو

ہوئے ہیں۔ سرسید۔ مولانا حالی۔ انگریزی سے نابلد تھے۔ ان کے خطوط دیکھ لیجیے کہ انھیں بناوٹ اور تکلف کا نام بھی نہیں۔ مولانا شبلی یورپ کی زبانوں کا ایک حرف نہ جانتے تھے نہ انہیں اہل یورپ کی ہمنشینی کا موقع ملتا تھا۔ ان کے خطوط بھی نہایت سادہ اور مصنوعی القاب سے خالی پائے جاتے ہیں۔

یہ سب مثالیں دلیل ہیں اس بات کی کہ موجودہ اردو میں سادہ خط وکتابت کا رواج یورپ کی تقلید نہیں ہے۔ بلکہ قدیمی مسلمانوں کی پیروی ہے۔

حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کے خطوط

اب میں اصل بحث پر آتا ہوں۔ جو اس سرنامہ یا دیباچہ کا مقصد حقیقی ہے۔

خواجہ صاحب کے خطوط کا یہ مجموعہ اسی سادگی کا نمونہ ہے جس کا ذکر اوپر آیا ہے۔ انہوں نے بھی انگریزی نہیں پڑھی۔ ان کو بھی اہل یورپ کی صحبت و مجالست حاصل نہیں ہوئی تاہم ان کے خطوط بیہودہ طولانی اور لغو القاب و آداب اور تصنع کاری سے پاک وصاف ہیں ہندوستان میں اب ہر اردو شناس شخص تسلیم کرتا ہے کہ انہوں نے اردو علم ادب میں ایک نئی شاخ طرز تحریر کی ایجاد کی ہے۔ اس ایجاد کی خصوصیت یہ ہے کہ لفظ لفظ میں جدت ہوتی ہے۔ چھوٹے چھوٹے جملے اور سادہ وعام فہم الفاظ ہوتے ہیں۔ اور ایسے طریقہ سے ان کو ادا کیا جاتا ہے کہ ہر درجہ اور ہر سمجھ کے آدمی پر اس کا یکساں اثر پڑتا ہے۔ جو لوگ عالم وفاضل ہیں وہ بھی اور جو کم لیاقت کے ہیں وہ بھی۔ مرد بھی اور عورتیں بھی یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی خواجہ صاحب کی تحریر کو بہت آسانی سے مزے لے لیکر پڑھتے ہیں اور خوبی یہ ہے کہ پڑھ کر سمجھتے ہیں اور ان کے دل پر اسکا اثر بھی ہوتا ہے یہی وہ مخصوص ایجاد ہے جس کا چرچا ہر اردو بولنے والے اور سمجھنے والے کی زبان پر پایا جاتا ہے۔

یہ مجموعہ خطوط بھی خواجہ صاحب کے روش مخصوص کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے اس میں انہوں نے بیٹی۔ بیوی۔ اور دوستوں۔ اور مریدوں کے نام کے خطوط جمع کئے ہیں پڑھنے والوں

کو اندازہ ہو جائے گا کہ ہر مخاطب کی حیثیت اور سمجھ کے موافق اسکو خط لکھا گیا ہے۔ اور کسی خط میں اپنے مخاطب کے فہم سے اونچی اور مغلق تحریر نہیں ہے۔

اشاعت مکتوبات

مسلمانوں میں مکتوبات کی اشاعت کا ہمیشہ سے رواج ہے۔ خاصکر اہل تصوف کے ہاں تو شیوخ طریقت کے مکتوبات ذریعہ ارشاد و ہدایت سمجھے جاتے ہیں۔

فارسی مدارس میں عموماً مشہور لوگوں کے مکتوبات ہی پڑہائے جاتے تھے اور اب بھی پڑہائے جاتے ہیں۔ ان میں "رقعات عالمگیری" باوجود فارسی ہونے کے نمونہ ہے۔ اسلامی سادگی اور ترک مبالغہ آرائی کا۔ مشائخ عظام کے مکتوبات بھی گو فارسی میں ہیں۔ مگر ان میں تصنع اور تکلف نہیں پایا جاتا۔ بیساختہ پیرایہ میں اسرار تصوف اور رموز درویشی کو بیان کیا جاتا ہے۔

اس مجموعہ خطوط خواجہ حسن نظامی میں روش مشائخ کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ یعنی اس میں سلوک تصوف کے بیانات کسی خط میں نہیں ہیں۔ تاہم مریدوں کے نام جس قدر خطوط ہیں۔ ان میں کہیں کہیں جھلک تلقین تصوف کی ہے۔ مجموعی حالت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب نے یا تو اپنے مریدوں کو خطوط کے ذریعہ تعلیم و تلقین کرنیکا پرانا قاعدہ اختیار نہیں کیا۔ اور یا ایسے خطوط اس مجموعہ میں شامل نہیں ہوئے۔ اور وہ دوسرے حصوں میں شائع ہونگے۔ کیونکہ کتاب کے سرورق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مجموعہ خطوط کا پہلا حصہ ہے

بیٹی

مجموعہ کی ابتدا ان خطوط سے ہوتی ہے۔ جو بیٹی کے نام لکھے گئے ہیں۔ یہ خواجہ صاحب کی اکلوتی صاحبزادی ہیں۔ جنکا نام "حور بانو" ہے اور جنکی نہایت خرد سالی میں ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ اور خواجہ صاحب ہی نے اس بچی کو پالا اور پرورش کیا ہے۔ اب ان کی عمر

(۱۳) سال کی ہے اور وہ خاصہ لکھ پڑھ سکتی ہیں۔

جس قدر خطوط بیٹی کے نام ہیں ان کا پیرایہ ظرافت اور خوش طبعی کا ہے۔ اور ایسے موثر انداز سے یہ خط لکھے گئے ہیں کہ ہر بچہ ان خطوں کو خوش ہو کر پڑھے گا۔ کیونکہ خطوں کا مضمون اور فقروں کی بندش اس قدر عامیانہ ہے۔ جن سے بچے ہی خوش ہو سکتے ہیں۔

بیٹی کے نام کے خطوط ان لوگوں کے لئے شاہ راہ عمل بن سکتے ہیں۔ جنکو بچوں کی تربیت کے لئے کچھ کام کرنا مقصود ہو۔ کیونکہ ان خطوط کا لفظ لفظ شہادت دیتا ہے کہ یہ بچوں کی طبعی اور فطرتی حالت سے ایک اینچ ادھر اُدھر نہیں ہیں۔ اور جو کام بچوں کی فطرتی افتاد پر کیا جاوے وہ ہمیشہ بامراد ہوگا۔

بیوی

جیسا کہ خطوط کے مطالعہ سے معلوم ہوگا۔ بیوی کے نام کے خطوط وہ جناب لیلیٰ خواجہ بانو صاحبہ کو لکھے گئے ہیں۔ جن سے "معز حور بانو" کی والدہ کے انتقال کے (۷) برس کے بعد خواجہ صاحب نے ابھی حال میں عقد کیا ہے۔

ان خطوط میں ایسی بیباکی کے ساتھ اظہار محبت کیا گیا ہے جسکو قدیم زمانہ کے آداب معاشرت رکھنے والے ہرگز پسند نہ کریں گے۔ اور ان کو اعتراض ہوگا کہ میاں بیوی کے مخفی ناز و نیاز کو پبلک میں شائع کرنا شایان شرافت نہیں۔ کیونکہ ہم مسلمانوں کے ہاں ہندؤں کے دیکھا دیکھی بیوی کا نام لینا یا ہر مردانہ میں بیوی کا کچھ ذکر کرنا سخت عیب سمجھا جاتا ہے۔ نہ بیوی میاں کا نام لیتی ہے۔ نہ میاں بیوی کا نام لیتے ہیں۔ اور جو کوئی ایسا کرے اسکو سب نکو بنا دیتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے ان خطوں کو شائع کر کے ایک بڑی اخلاقی جرأت سے کام لیا ہے۔ اور دکھایا ہے کہ جو رواج ہم لوگوں میں ہندوؤں کی صحبت سے تعلقات میاں بیوی کے اخفا کرنے کا پڑ گیا ہے وہ اسلام کے سراسر خلاف ہے۔ اسلام کے ابتدائی حالات

سے کہیں بھی ثابت نہیں ہوتا کہ میاں نے بیوی کا نام نہ لیا ہو۔ اور بیوی نے میاں کا نام لینے میں شرم کی ہو۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر کوئی حیادار اور شرمیلا نہیں ہو سکتا۔ وہ ہمیشہ اپنی بیویوں کا نام لیتے تھے۔ اور بیویاں ان کا نام لیتی تھیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بیویوں کی محبت باہر عزوانہ میں ظاہر کرنے سے عار نہ تھی۔ احادیث کی صحیح کتابیں ان حدیثوں سے بھری ہوئی نظر آتی ہیں جن میں آنحضرتؐ اور ان کی ازواج مطہراتؓ کے تعلقات محبت کا تذکرہ ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے اس عام اظہار کو اسی واسطے جائز رکھا کہ آپ کی امت کے لوگ اپنی بیویوں سے سچی محبت کرنی سیکھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی تقلید ان کی خانہ داری کی زندگی کو خوشحال بنائے گی۔

حضرت عائشہؓ کے ساتھ آنحضرتؐ کو جیسی الفت تھی اور جس طرح ان دونوں مقبول پروردگار میاں بیوی میں محبتانہ راز و نیاز ہوتے تھے وہ آج کسی سے مخفی نہیں ہیں۔ ذرا ذرا سی بات کا ذکر حدیثوں میں موجود ہے

پس خواجہ صاحب کا ان خطوط کو شائع کر دینا بہت بڑی تعریف کا کام ہے۔ انہوں نے اس تاریک زمانہ میں جرأت کی ہے جبکہ سنو میں (۹۵) آدمی ہندوؤں کے طریقہ بود و باش پر گھرداری چلا رہے ہیں۔ اور انہوں نے اسلامی آزادی کو چھوڑ کر ہندوؤں کی فرضی شرم و حیا کو اختیار کر لیا ہے کیونکہ ہندو صدیوں سے اس حال میں مبتلا ہیں کہ وہ نہ اپنی عورتوں کا نام لیتے ہیں۔ نہ ماں باپ کے سامنے یا کسی کنبہ رشتہ والے کے آگے بیوی سے بات کرتے ہیں۔ نہ باہر دوستوں میں بیوی کا ذکر زبان پر لاتے ہیں۔

خواجہ صاحب نے عین اسلامی شان کے موافق ان خطوط کو جو میاں بیوی کے تعلقات شرعی کے گواہ ہیں اور جن میں اس محبت کا اظہار کیا گیا ہے۔ جو ہر مسلمان میاں کو اپنی بیوی سے ہونا چاہیئے۔ شائع کر کے ملت اسلامیہ پر ایک احسان کیا ہے۔ ان خطوط کے مطالعہ سے ان بے شرم مسلمانوں کو غیرت آئیگی جو اپنی بیویوں کا حق تلف کر کے بازاری عورتوں سے محبت کرتے ہیں یہ خطوط دلوں پر اثر ڈالیں گے کہ خدا نے بیوی کا یہ حق بنایا ہے۔ کہ خاوند اسی سے محبت کرے

میرے خیال میں اس مجموعہ میں صرف بیوی کے نام کے خطوط ایسے ہیں جن کے سبب اس مجموعہ کی اشاعت مسلمانوں کی خانگی زندگی کے لیے ایک بے بہا نعمت ثابت ہوگی۔ اور اس کا نتیجہ اعمال معاشرت میں بہت بہتر نکلے گا۔ اور یقیناً شوہروں کو اپنی بیویوں سے محبت کرنے کی جو عین حکم اسلام ہے ریس اور حرص پیدا ہو جائے گی۔

بیٹی اور بیوی کے خطوط میں یہ بات خصوصیت سے دیکھی جائیگی کہ ہر خط کی ابتدا جس کو القاب کہنا چاہیئے ایک دوسرے سے نرالی اور انوکھی ہے جس طرح خواجہ صاحب کے عنوانا عجیب و غریب اور زیر بحث مضمون کا خلاصہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح سے ان خطوط کے القاب یعنی سرنامے پڑھکر ہی ہر آدمی سمجھ سکتا ہے کہ اس خط کا مضمون کیا ہوگا۔

بیٹی اور بیوی پر منحصر نہیں ہے۔ اس مجموعہ میں اکثر خطوط کے القاب ایسے ہی نرالے اور انوکھے ہیں۔

ام یوسف

بیوی اور بیٹی کے بعد چند خطوط "ام یوسف" کے نام ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ کون بیوی ہیں۔ خواجہ صاحب سے بھی میں نے دریافت کیا مگر انہوں نے اسکو ظاہر نہ فرمایا۔

ان خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ "ام یوسف" کوئی اعلیٰ تعلیم یافتہ اور احوال درویشی میں سرشار خاتون ہیں۔ کیونکہ خطوط کی عبارت مخاطب کی قابلیت کو نمایاں کرتی ہے۔ اور ظاہر ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب خط لکھتے وقت یہ سمجھ رہے ہیں کہ میرا مخاطب استعارات و کنایات درویشی کو خواہ وہ کیسے ہی مرموز الفاظ میں ہوں سمجھ لے گا۔

ادبی محاسن کے اعتبار سے یہ خطوط جو "ام یوسف صاحبہ" کے نام ہیں۔ بہت اعلیٰ سمجھے جائیں گے۔ بیوی اور بیٹی کے خطوط میں لٹریچر کی یہ خوبی نہ تھی۔ اسکی وجہ غالباً یہ ہوگی کہ ان خطوط کے مخاطب زیادہ قابل نہ تھے۔

سردار دیوان سنگھ صاحب مفتوں شاہ

یہ خواجہ صاحب کے دوست ہیں۔ اور خود خواجہ صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ "دو سکھوں میں اُردو ادب کا مزا لینے والا مفتوں شاہ سے بڑھ کر میں نے کسی کو نہیں دیکھا" سردار دیوان سنگھ کو خواجہ صاحب کے لٹریچر سے ایک طرح کا عشق ہے۔ وہ بھٹنڈے کے قریب مانسہ ریاست پٹیالہ میں رہتے ہیں اور اکثر خواجہ صاحب سے ملنے دہلی آیا کرتے ہیں۔ اور ایک دفعہ خواجہ صاحب بھی ان کے پاس تشریف لیگئے ہیں جیسا کہ خطوط سے معلوم ہوگا۔

خواجہ صاحب کا بیان ہے کہ "سردار صاحب جب کبھی میرے پاس آئے دو گھنٹے سے زیادہ نہ ٹھیرے نہ کچھ بات کی۔ ان کو صرف محبت کرنی آتی ہے اور محبت کے اثر سے دوسرے کو ستانا آتا ہے۔ مگر بولنا نہیں آتا۔ آتے ہیں۔ گم صم بیٹھے مجھکو دیکھا کرتے ہیں۔ میں چھیڑتا ہوں۔ باتوں کی چٹکیاں لیتا ہوں کہ یہ خاموش خاتم کچھ منہ سے بولے۔ سر سے کھیلے۔ مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوتے"۔ اسی واسطے خواجہ صاحب نے ان کو "مفتوں شاہ" کا خطاب دیا ہے۔

یہ بتا دینا ضروری ہے کہ خطاب دینا بھی خواجہ صاحب کی ایک مخصوص ادبی جدت ہے وہ ہر سال اپنے خاص خاص مریدوں اور دوستوں اور ملک کے بڑے آدمیوں کو خطاب دیا کرتے ہیں۔ جو اخباروں میں چھپتے ہیں اور فخریہ تذکرے ان کی بابت لوگوں میں ہوتے ہیں۔ نمونہ کے طور پر چند خطابات میں یہاں درج کرتا ہوں جس سے لوگوں کو ان کی جدت کا اندازہ ہوگا۔

لارڈ ہارڈنگ (جسٹس ودلہ اماں الملک) سر علی امام (فیضی دی سیکنڈ) ڈاکٹر اقبال (سر الوصال) مسٹر عبدالماجد (اسیر الاسرار) والدہ احمد اللہ فیاض (اخلاص بانو) مرحومہ محمود فاطمہ (ماہ بانو) سید حبیب الرحمن بی۔ اے (عرفانی) مسٹر ضیاء الدین بی۔ اے۔ (برنی) مسٹر سید محمد حفیظ (ابدی) مولوی سید علی (وجدی) حبیب اللہ خان (فدائی) بابو فتح محمد خان (خدمتی) ڈاکٹر قمر الدین (ہلالی) مہاراجہ کشن پرشاد (خماری) غلام نظام الدین قریشی (پریمی ویر مو) سردار خان (حسنی) مولانا علی میاں (قربتی) مسٹر محمد علی (خان بابا) مسٹر شوکت علی (تعویذ الحجاج) مولانا اکبر الہ آبادی (وجدان الملت) حاذق الملک (دست قدرت)

مولانا ابوالکلام آزاد (ہندی ہیولیس) مولانا شبلی (تعلیم کرامت) اڈیٹر صوفی (قلم الفقرا) اڈیٹر طریقت (وحدتی) اڈیٹر نظام المشائخ (واحدی اور ریزلو) منیجر اسوۂ حسنہ (دی لایٹ) سردار دیوان سنگھ (مفتون) عبدالغفار مرحوم (لنگری) حکیم نور احمد (حجتی) مولوی عمر دراز (درگاہی) خان بہادر مخدوم حسن بخش (مخدوم الملک) مقبول احمد (فطرتی) زینب بی بی (عصمت آرا) وغیرہ وغیرہ۔

اگرچہ اس دیباچہ کو فہرست خطابات سے کچھ تعلق نہ تھا لیکن چونکہ ان خطوط میں بعض ان اصحاب کا ذکر آیا ہے جن کو خطابات دیئے گئے تھے۔ اس واسطے میں نے چند نام اور بھی لکھ دیئے۔

"مفتوں شاہ" کے نام جسقدر خطوط ہیں۔ ان میں ادبی خوبیاں بھی اعلیٰ ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب کو اپنے اس مخاطب سے انتہا محبت ہے۔

پریمی شاہ

نام غلام نظام الدین قریشی خطاب پریمو۔ اور پریمی شاہ۔ احمدآباد گجرات کے رہنے والے ہیں اور گجراتی زبان کے نامی صوبہ بمبئی میں اول درجہ کے مسلمان انشاپرداز مانے جاتے ہیں۔ نامی اخبارات کی اڈیٹری کر چکے ہیں اور کثیر التعداد میں تصنیف و تالیف رکھتے ہیں جو گجرات برما اور افریقہ میں ازحد مقبول ہیں۔

خواجہ صاحب سے معلوم ہوا کہ "پریمی پہلا وہ شخص ہے جس نے مجھ سے مرید ہونیکی خواہش کی لیکن اس زمانہ میں مجھکو بیعت لینے کی اجازت نہ تھی اس واسطے میں نے ان کو مرید نہ کیا۔ یہ خواہش پریمی کی دلی محبت کو ظاہر کرتی تھی۔ ورنہ میرا ان کا بمبئی میں دو تین سال ساتھ رہا اور بے تکلفانہ بود و باش زندگی بسر ہوئی"۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ "میں ہندوستان بھر کے مریدوں میں اول درجہ کا محبت والا علاقہ گجرات و کاٹھیاواڑ کو سمجھتا ہوں اور گجرات کے مریدین میں سب سے زیادہ مخصوص اثر محبت میرے دل میں پریمی کا ہے"۔

پریمی کے خطوط میں خواجہ صاحب کے بیان کے موافق یہ بات ہر شخص کو نظر آئیگی کہ وہ بہت

مقبول مکتوب الیہم ۱۹۱۵ء کے آخیر اور ۱۹۱۶ء کے شروع ایام میں ایک سیاسی شبہ کے سبب برمی گرفتار ہونے اور دہلی کے جیل خانہ میں مقید رہے ان کی قید پولیٹکل قیدیوں کی طرح محض نظربندی کی تھی۔ اس زمانہ میں جو خط و کتابت ہوئی وہ ایک خاص کیفیت رکھتی ہے۔ ناظرین کو اسکے مطالعہ ہی سے لطف آئیگا۔

حسنی شاہ

یہ بھی احمد آباد گجرات کے رہنے والے ہیں۔ نام سردار خان ہے اور خطاب حسنی جس زمانہ میں برمی رنگون میں تھے۔ اور اخبار رنگون سماچار کی اڈیٹری کرتے تھے اسوقت تک حسنی نظامیہ چھاپہ خانہ کے منیجر اور منصرم تھے۔ جو احمد آباد میں تھا۔ اور جس نے اسلامی تالیف و اشاعت کا صوبہ بمبئی میں بہت بڑا کام کیا ہے۔ اور جو خواجہ صاحب کے نام پر قائم ہوا تھا۔ اور جس کا موجودہ شبہات سیاست کے سبب آجکل خاتمہ ہوگیا۔ یہ بھی خطوط کے الفاظ سے خواجہ صاحب کے منظور نظر مرید معلوم ہوتے ہیں۔

کشفی شاہ

یہ پنجاب کے رہنے والے ہیں۔ نام محمد اشرف ہے اور خواجہ صاحب کا دیا ہوا خطاب کشفی ہے آج کل رنگون میں مقیم ہیں اور خواجہ صاحب کے مریدان برما کی نگرانی و ہدایت کیواسطے ان کو خلافت دی گئی ہے کشفی شاہ کے خطوط میں اکثر جگہ تلقین تصوف اور تعلیم سلوک کے اشارات ملیں گے اور معلوم ہوگا کہ کشفی کو خواجہ صاحب سے اور خواجہ صاحب کو کشفی سے بہت انس ہے۔

فطرتی

مقبول احمد نظامی فطرتی سیوہارہ ضلع بجنور کے رہنے والے اور خواجہ صاحب کے مخلصین مریدین میں ہیں۔ برسوں خواجہ صاحب کی خدمت میں رہکر فیوض صحبت حاصل کرتے رہے ہیں فطرتی خطاب عطیہ خواجہ ہے۔

رضا شاہ

احمد آباد گجرات کے رہنے والے ہیں۔ رضا الحق عباسی نام ہے۔ ریاست منگرول کاٹھیاواڑ میں پرائیویٹ سکرٹری۔ اور خواجہ صاحب کے دل پسند اور بے تکلف مرید ہیں۔ خواجہ صاحب سے سنا گیا کہ احمد آباد

کی یہ ساری نوجوان پارٹی میرے خانگی چال چلن کا سارٹیفکٹ ہے جسکو میری اندرونی زندگی کا ذرہ ذرہ حال معلوم ہے۔ مگر باوجود اسکے یہی لوگ سب سے زیادہ پکے اعتقاد کے مرید ہیں۔

مجموعی نظر اور رخصت

خواجہ صاحب کے مجموعہ خطوط کا یہ پہلا حصہ جو کاغذ اور اسباب طباعت کی گرانی کے ایام میں چھپکر شائع ہوتا ہے بلحاظ لکھائی اور چھپائی و کاغذ بہت بہتر مانا جائیگا۔ اور جناب پیرزادہ سید محمد صادق صاحب کارکن دفتر حلقۃ المشائخ کی تعریف ہوگی کہ انہوں نے نہایت محنت سے اور کثیر مصارف کے ساتھ ان جواہر بے بہا کو چھاپ کر پبلک کے ہاتھ میں دیا۔

مکتوبات آزاد۔ رقعات غالب۔ مکاتیب شبلی اپنی اپنی شان میں اعلیٰ و ارفع ہیں لیکن جو خصوصیات اس "مجموعہ خطوط خواجہ حسن نظامی" کے ہیں وہ اپنی وضع میں سب سے بےنظیر ہیں۔

خواجہ صاحب کی اہلیہ لیلیٰ خواجہ بانو صاحبہ نے اس مجموعہ سے پہلے خواجہ صاحب کے اور خطوط کا بھی ایک مجموعہ شائع کرایا تھا جسکا نام "چار آنکھ کی آسانی اور تالیف خطوط نویسی" ہے یہ مجموعہ بھی نہایت دلچسپ ہے اور مفید ہے مگر اسکا تعلق زیادہ تر عورتوں اور لڑکیوں سے ہے۔ لیکن یہ مجموعہ جس کا میں نے سرنامہ لکھا ہے مردوں کو اور عورتوں کو۔ بچوں کو اور بڑوں کو لیاقت والوں کو اور کم لیاقتوں کو یکساں مفید اور کارآمد ہوگا۔ اور اردو علم ادب میں خطوط نویسی کا نو مشقوں کے لئے ایک نیا دروازہ کھل جائیگا۔

۱۸ / مارچ ۱۹۱۷ء
تاج محل۔ بھوپال

فقیر زاہد المودودی کان اللہ لہ تعالیٰ

نمبر ۱ — والمعین

ھوالکل

مجموعۂ خطوطِ حسن نظامی

پہلا حصہ

بیٹی کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از اجمیر شریف

حور اجانم - ذرا لینا اس خط کو جلدی سے پڑھ لو - پھر تم کو کھیل سے فرصت نہ ملے گی اور میں اپنے کام میں لگ جاؤنگا - بیٹی اگر میں یہ سنوں کہ تم نے لکھنا ناغہ نہیں کیا تو جی کیسا باغ باغ ہو -

مگر یہ امید کہاں ہے۔ جب تک میں تقاضا نہ کروں تم کب خیال کرتی ہو۔

میری حورو! پڑھو تو اپنے شوق سے پڑھو۔ لکھو تو اپنے شوق سے لکھو۔ اب تم بارہ برس کی ہوئیں۔ وہ وقت قریب آیا جبکہ تم پرائے گھر کی ہوگی۔ کچھ لیاقت نہ ہوئی تو ناک کٹ جائیگی۔ لوگ کیا کہیں گے کہ لکھنے پڑھنے والے باپ کی اکلوتی بیٹی اور قابلیت خاک نہیں۔ میرا کچھ بھی نہ بگڑے گا۔ جی تمہارا جلے گا۔ اس واسطے جہانتک ہوسکے ہر وقت سینے پرونے کھانے پکانے۔ لکھنے پڑھنے میں دھیان رکھو کھیل تماشے کا زمانہ ختم ہوا۔ اب اور وقت آرہا ہے۔

اری بنو! ذرا سمجھ تو سہی۔ میں نے کیا کہا اس میں میری غرض کچھ نہیں ہے۔ جو ہے تیرے ہی فائدہ کی بات ہے۔

سب کو آداب۔ سلام۔ دعا۔ پیار کہنا۔

بن ماں باپ کا بچہ حسن نظامی

از اجمیر شریف

حسن کنور حور بانو!

آداب کیونکر لکھوں تم چھوٹی ہو۔ دعا کیسے لکھوں تم کھوٹی ہو۔

پیار بھی نہیں لکھ سکتا کہ مجھ مست قلندر کی سونٹی ہو۔

میں نے اتنے خط تم کو لکھے۔ مدت سے جب کبھی باہر گیا تمکو خط لکھتا رہا۔ کچھ سلیقہ والی ہوتیں تو ان خطوں کو جمع رکھتیں۔ جیسے میں نے تمہارے خط لکھے اٹھا کر رکھے ہیں تا کہ جب بڑی ہو جاؤ تو میری طرح اپنے بچپن کے خطوط دیکھکر خوش ہو۔ میرے خطوط جمع کرو تو ایک دن ان کی کتاب بن جائے۔ مگر تمہیں خبر نہیں یہ شوق کب ہوگا۔

ماش کی دال۔ آلو کا بھرتا۔ انڈے کا کلیجہ یعنے زردی۔ پسندسے اتوار کے دن پکا رکھنا۔ ایک راج مزدور کرنی بسولی والا کام پر سے آئے گا تو دو نوالے کھائیگا۔ اور تم کو پانی پی پی کر کوسے گا۔

تم نے سنا نہیں بعض فقیر کہا کرتے ہیں ایک پیسہ لیں گے اور سو گالی دیں گے۔ یہی میرا حال ہے کہ جو میری خاطر کریگا روٹی کھلائیگا۔ اور حسینؓ کے نام کی سبیل کہکر آبخورہ پانی دے گا تو میں اُسے کوسونگا۔ سُنا تم نے۔ میری اُچھلنے والی حورو۔ اچھا لو اب ہم خط کو ختم کرتے ہیں اور تمہارے ہاتھ کا خیال کر کے ایک پان کھاتے ہیں۔ سب کو نام لے کر سلام۔ آداب۔ دعا۔ پیار کہدینا۔

تمہارا ابّا

حسن نظامی

سکندر آباد دکن

بیٹا حورا!

خدا تم کو آم کھلائے۔ کیونکہ میں آجکل آم بہت کھاتا ہوں۔ اور سوائے اس دعا کے تمہارا کبھی خیال نہیں کرتا کیونکہ آم کھانے میں میرا حرج ہوتا ہے۔

اپنی خیریت جلدی جلدی لکھا کرو۔ اور برابر پڑھتی رہو فقط۔

دعا گو

حسن نظامی

حورا پیاری۔

خط ملے۔ حال معلوم ہوا۔ اپنی کتابیں مکان سے منگاؤ۔ پڑھنے میں غفلت نہ کرو۔ ورنہ میں تم کو خط نہیں لکھونگا۔ اگر یہ معلوم ہوا کہ تم پڑھتی نہیں ہو۔

حسن نظامی

ابّا کی بیٹی کو بعد آداب کے معلوم ہو کہ تمہارے ابّا روز آم کھاتے ہیں اور چھلکے گٹھلیاں تم کو بھیجتے ہیں۔

دیکھو حورا پڑھنے - پکانے - سینے پرونے میں حرج نہ کرنا سینے
لیلی کو لکھدیا ہے وہ تم پر تاکید رکھیں اور تمھارے بگڑنے کی پروا
نہ کریں -

میں اچھا ہوں - خط لکھا تو تھا خبر نہیں کیوں نہیں ملا - اب تو روز
لکھتا ہوں -

آپا سے مضمون نہ لکھوایا کرو - خود لکھا کرو تاکہ لیاقت آئے -

حسن نظامی

حورا جانی

خیر کچھ ڈر نہیں - تمھاری زبان سے نکل گیا نکل جانے دو -
آج تمھارا خط پہنچا - اب میں اتوار کو گھر آجاؤنگا -
لو ذرا کھڑی ہو جاؤ - اور گھر میں ہر ایک کا نام لے کر آداب سلام
دعا - پیار کہدو - یعنے جو جس چیز کے قابل نظر آئے -

تم سے جلدی ملنے والا

حسن نظامی

حورا لنگورا - کھاؤ گھن کھجورا - رہو نور علی نورا - میں خیریت سے ہوں - اور تمہارے پرچہ کی راہ دیکھا کرتا ہوں - راقم تمہارا لخت جگر نور چشم - چاہیتا - لاڈلا باوا -

حسن نظامی

بمبئی

حورا خاتون اسرا سرباتون !!

تمہارا خط کل نہیں آیا - اور آج بھی ابتک ندارد ہے - شاید دوپہر تک آئے -

اب میں اسی ہفتہ میں گھر آنے والا ہوں - استانی جی صاحبہ اور سبکو درجہ بدرجہ سلام کہنا -

حسن نظامی

حور دچنے کا آٹا - عربی گیہوں کا آٹا - دونوں کی مل کر پکی بیسنی روٹی مستو کا چپڑا گھی - اور کھایا اسکو مولی سے - اور لی ڈکار بدبودار - پھر بتاؤ میراجی بگڑے یا نہ بگڑے -

کیوں بی حورا بانو اس کا جواب دو - اور کیوں میاں ابن عربی تم

اسکو سمجھے کہ یہ کیا پہیلی ہوئی۔

بتاؤ نہیں تو آم کا چھلکہ پھینکتا ہوں۔ حورابی کو سلام۔ عربی میاں کو سلام اور متو کا کان کاٹ کر ذرا اب مجھے بھیجدو۔

حسن نظامی

از حیدر آباد

شب برات

میری چھچھوندر حورا پھلجھڑی رہو۔ خط کا انار ملا۔ دل مہتابی بنا۔ مجھے یہ سنکر بہت خوشی ہوئی کہ تم اپنی آپا کے کہنے پہ چلتی ہو۔ شاباش میری بٹو۔ آفریں میرے بٹوا۔ تم دونوں میں جس قدر اخلاص پیار ہوگا میں خوش رہونگا۔

امید ہے کہ نور چشم ابن عربی نے آتش بازی کا جھگڑا نہ رکھا ہوگا اور دوسرے بچوں کو نصیحت اسکی ہوگی۔

سلمہ جانی کو گود میں لے کر ذرا بھینچ لو۔ اور دبوچ کر پیار کرو اور کہو کہ ابا نے یہ پیار بھیجا ہے۔ سب کو درجہ بدرجہ آداب سلام

حسن نظامی

بی بی جی حور اسلام۔ میں تو بیٹی تم کو روز خط لکھتا ہوں خبر نہیں کیوں دیر ہوتی ہے۔ جلدی لکھو کہ تم نے کتابیں منگائیں یا نہیں اور پڑھنا شروع کیا یا نہیں۔

ابن عربی کو دعا کہنا ان کے آداب ملتے ہیں اور جی خوش کرتے ہیں۔

منو آپا کو بندگی۔ پکانے والی صاحبہ کو گندگی۔ کیونکہ وہ اپلوں میں رہتی ہیں۔ گندگی بندگی کا قافیہ ہے۔ ورنہ وہ تو بڑی ستھری ہیں۔ خدا ان کو جیتا رکھے اور ان کے غصے کو ترقی دے۔

دعا گو

حسن نظامی

از بمبئی

حور حم قصورم۔ آج تمہاری آپا کے خط نہ آنے سے دل کو بہت فکر ہے۔ خبر نہیں جی کیسا ہے۔ جو ان سے خط نہ لکھا گیا۔

حسن نظامی

حور بانو - ابن عربی - متو سلمہ

سب کی خدمت میں یہ چار حرف بعد سلام دعا - پیار کے ارسال ہیں -

تمہارا ابا اور باقی سب کا خالو -

حسن نظامی

از بمبئی

رمضان کے میوہ - برف - گچالو - زردہ کا پان یا میری حورا جان - ہم کو پنکھے سے ماریں خالہ جان -

لو بی ہم آتے ہیں صبح کو یہ خط آئیگا اور رات کو ۹ بجے کی ریل میں نظام الدین میں ہم اتریں گے - والسلام - والدعا - والآداب - والپیار -

حسن نظامی

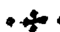
مولانا عربی سلام علیکم -

کل تمہارا خط ملا تھا - آج ابھی ڈاک نہیں آئی - شاید شام کو آئے

اس سے جی خوش ہوا کہ تم خود خط لکھتے ہو۔ لکھواتے نہیں۔ میں نے ان خطوط کو احتیاط سے رکھ لیا ہے جب تم بڑے ہوگے تو انکو یادگار کے طور پر چھپوانا جیسے میرے بچپنے کی خط کتاب میں شائع ہوئے ہیں۔

جمعہ کے دن رات کو ریل پر لینے آنا سو نہ جانا۔

حسن نظامی



حورم تم کو اماں حوا کی سنوار!

ہاں بوی مجھے خود خیال تھا کہ تم کو چپ نہ لکھنے کا رنج ہوگا۔ اور خیال کروگی کہ اوروں کو لکھا اور مجھے نہ لکھا۔

مگر کم فرصتی کے سبب میری جان میں تم کو الگ خط نہ لکھ سکا تھا۔ اور خیال کر لیا کہ ان سے تم کو خیریت معلوم ہو جائیگی اب برابر خط لکھونگا فکر نہ کرو۔

حسن نظامی



کچے آم کا چھدکا میری حورا۔

سنتی ہو پرسوں شب برات ہے۔ یہ خط شبرات کے ایک دن بعد

تم کو ملے گا۔ آتش بازی تو مدت ہوئی تم نے چھوڑ دی۔ رات کو جاگنا۔ حلوا چپاتی کھانا۔ اور ایک قہقہہ کی پھول جھڑی چھوڑنا۔

حسن نظامی

از سکندر آباد دکن

حورا پیاری۔ جیتی رہو۔ اب تمہارا خط روز آتا ہے اور میرے جی کو خوش کرتا ہے۔ استانی جی کا خط بھی آیا۔

تمہارا خط حیدری صاحب کے گھر میں بڑے شوق سے پڑھا گیا۔ تمہاری املا غلط ہوتی ہے۔ استانی جی کو دکھا کر لکھا کرو۔

حیدری صاحب کی بیوی بہت افسوس کرتی تھیں کہ تم کو ابھی سے پردہ کی قید میں ڈال دیا گیا۔

دیکھا حورا باولی پر میرا صبر پڑا۔ یہ شریر میرے بغیر صفا ہونا چاہتی تھی مگر اللہ میاں نے اسکے دل کی کیچڑ صاف نہ ہونے دی۔

حسن نظامی

حور ن - سلام - پرچہ آیا - بیٹی ظاہر داری بھی کوئی چیز ہے - یہ مانا کہ خواہ مخواہ کی چُوچُو للو اچھی نہیں - مگر پھر بھی میل جول برتاؤ کے ظاہر کرنے ہی سے معلوم ہوا کرتا ہے -

آج تو سردی بھی زیادہ ہے اور بھوک بھی - حلوا سوہن کو جی چاہتا ہے - پر ڈرتا ہوں بخار نہ آجائے - کچھ ہی ہو آج تو اسپر دانت چلا کر رہوں گا - مگر تم کو ایک بھورا اس میں سے نہیں دونگا -

حسن نظامی

حور بیٹی - فکر نہ کرو - میرا چلہ نہیں بگڑا - پیٹ کی کمان بگڑ گئی تھی تہجد کے وقت پانی گرم کرنے اٹھا تھا - گھڑا بھری ہوئی اٹھالی - اس سے انتڑی میں بل پڑ گیا -

ڈاکٹر اسکو درست کر گیا - میں نے بھی تمہاری طرح اس سے پردہ کیا کیونکہ اس چلہ میں شرط یہ ہے کہ نہ میں کسی کو دیکھوں نہ کوئی مجھے دیکھے اس لئے منہ ڈھک کر پیٹ دکھایا -

خدا نے چاہا چالیس دن پورے کر کے اُٹھونگا - تم وہم نہ کرو - پیرزادی ہو کر چلے سے ڈرتی ہو -

حسن نظامی

دوسرا حصّہ

بیوی کے نام

از اجمیر شریف ۔ مکان متولی صاحب

یکم فروری ۱۹۱۶ء

میری لیلیٰ

اس زندگی کا یہ پہلا خط ہے ۔ ہم تم کو ملے ہوئے آج پورے ۳۰ دن یا ایک مہینہ ہو گیا ۔ یعنے آج ۲۶ / تاریخ ہے ۔ اور ۲۶ ربیع کو شادی ہوئی تھی ۔

تم کو شاید اس کا اندازہ نہ ہو گا کہ میں آج کے دن کے کیسے کیسے ارمان رکھتا تھا خدا کا کیونکر شکرانہ بھیجوں ۔ اس نے یہ تمنا پوری کر دی ۔ اور میں تم کو یہ خط لکھ رہا ہوں ۔ اس امید سے کہ تم اسکا لطف جانتی ہو

کل سارا دن دہلی میں سرگرداں پھرا۔ عصر کے بعد تک پھرتا ہی رہا۔ شام کو اتنا تھک گیا تھا جس کی حد نہیں۔ رات کو ۹ بجے سوار ہوا اور آج صبح ساڑھے آٹھ بجے یہاں پہنچا۔

رات کو ریل کے ہچکولوں نے سونے نہ دیا۔ یہ گاڑی بہت ہی ہلتی ہے۔ یہاں آکر دو گھنٹے سویا۔ اب بارہ بجے کھانا کھایا ہے اور اسکے بعد یہ خط لکھنا شروع کیا۔

اس وقت میں تم سے ڈیڑھ سو کوس دور ہوں۔ مگر دل وہیں تمہارے پاس ہے۔ اس کا خیال رکھنا بچارے کو کچھ تکلیف نہ ہو۔ حور بانو کا پرچہ الگ ہے وہ اسکو دیدینا۔

راقم

تمہارا مجنون

حسن نظامی

ازاجمیر شریف

میری چاند سی بٹیا۔

کل خط لکھ چکا ہوں۔ مگر کیا خاک لکھا۔ نہ قلم ٹھیک تھی نہ دوات

بڑی مشکل سے چند سطریں لکھی گئیں۔ رات کو نیا قلم منگایا۔ نئی دوات تیار کرائی۔ آج بڑے آرام سے یہ لکھ رہا ہوں۔

مینے اس خط میں ایک جگہ قلم کو عورت لکھا ہے اور ایک جگہ مرد۔ وجہ یہ ہے کہ اُردو زبان میں دونوں طرح بولتے ہیں۔ اس لئے مینے دونوں قسم کے لفظ لکھے تاکہ تم اپنے لکھنے پڑھنے میں اسکا خیال رکھو

اب سلو کل کا حال۔ تم کو خط لکھنے کے بعد مہاراجہ سے ملنے گیا۔ اور دو گھنٹے ملاقات رہی۔ عصر کے بعد مکان پر واپس آیا۔ بعد مغرب مہاراجہ خود میرے مکان پر ملنے آئے۔ وہ گئے تو کھانا کھایا۔ کتاب دیکھی۔ اور دس بجے سو گیا۔ سردی زیادہ تھی۔ کمبل دوہرا کرکے اوڑھا۔ جب بھی سردی نہ گئی۔ اور نیند اُچاٹ ہو گئی۔ خیر جوں توں کرکے رات گزر گئی۔ صبح قبض کی شکایت تھی۔ آٹھ بجے مہاراجہ پھر ملنے آئے۔ ابھی دس بجے کے بعد واپس گئے۔ پہلے مینے کھانا کھایا۔ پھر یہ خط لکھنے بیٹھا حالت یہ ہے کہ بدن کچھ بوجھل بوجھل سا معلوم ہوتا ہے۔ اب ذرا چہل قدمی کو جاؤں گا تو جی ہلکا ہو جائیگا۔

دیکھئے تم کیا کیا حالات لکھتی ہو۔ جی تو یہ چاہتا ہے کہ سارے رات دن کی کیفیت لکھوا دو۔ مجھے یہ معلوم ہو گویا میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوں کیوں جی کبھی ہمکو یاد بھی کیا۔ تم تو سینے کی مشین میں دل لگائے

رکھتی ہو۔ میرے سینے کی مشین کا دھیان کاہے کو آتا ہوگا۔

ہاں اب تمہارا جی کیسا ہے۔ چلنے سے ایکدن پہلے سر میں درد تھا۔ شہر جانے کی تکان سے کچھ زیادہ تو درد نہیں بڑہا۔ اس کا حال ضرور لکھو کیونکہ مجھے اسکا بہت فکر ہے۔ آدمی پہلے سے علاج کرلیا کرے تو بیماری بڑہتی نہیں ہے۔

میرا خیال نہ کرنا میں تو سدا کا بیمار ہوں۔ نہ ساون ہرے نہ بھادوں سوکھے۔ میں علاج کروں یا نہ کروں میرا جنجال تو ایسا ہی رہیگا۔ ضرورت تم کو احتیاط کرنے کی ہے۔

راقم
تمہارے خیال میں غرق
پردیسی حسن نظامی

از اجمیر شریف

میری آنکھوں والی پتلی۔ سلام

تل اوجھل پہاڑ سنا کرتے تھے۔ یہاں پہاڑ اوجھل تل ہے۔ اونچے اونچے پہاڑوں کی دیواروں میں رات دن بسر کرتا ہوں۔ منگل کو آیا تھا

آج تیسرا دن جمعرات ہے۔ کل جمعہ۔ پرسوں ہفتہ کو رات کے وقت روانہ ہو کر اتوار کی دوپہر کو گیارہ بجے کی ریل میں گھر پہنچوں گا تو دم میں دم آئے گا۔

لو

رام رام

رانی جی

حسن نظامی

از اجمیر شریف

اپنے دل کو پہلو میں نہ دیکھنے والی ملکہ۔

سلام۔ اوہو جی کیسا بھونچال میں ہے۔ گھڑی گھڑی تمہارا خط دیکھتا ہوں۔ حرف حرف کو مزے لے کے کر پڑھتا ہوں۔ اور فرصت کا یہ عالم کہ باہر آدمیوں کا ہجوم ملاقات کی راہ دیکھ رہا ہے۔ میں ان سے ملوں خط پڑھوں۔ تم کو خط لکھوں۔ اس میں دل کے انگارے چنوں۔ میری جان تباؤ لیلیٰ کیا کام کروں۔

بھائی سالونیہ کو ابھی کارڈ لکھدیا۔ اور ارادہ کیا کہ تم کو نہ لکھوں کیونکہ

فرصت کم ہے ابھی ڈاک کے دوسرے خط بھی نہیں پڑھے ہیں۔ مگر دل نہ مانا۔ چٹکیاں لیں۔ گدگدایا۔ اور بے قابو کر دیا۔

یہ خط اور میں ساتھ باتیں کرینگے۔ خط ذرا کچھ پہلے۔ میں ذرا کچھ بعد اس خط کو جی چاہتا ہے جلا کر خاک کر دوں یہ مجھ سے پہلے تمہارے پاس کیوں جائے گا۔ اس کا کچھ حق نہیں۔ دیکھو اسکو بہت منہ نہ لگانا میرا خیال بھول نہ جانا۔ اچھی طرح سمجھ لو۔ میرے دھیان میں یہ خط رخنہ نہ ڈالے۔

اس خط کو دیکھ کر مجھے تمہاری آیندہ کی لیاقت کی بہت امید بندھ گئی تم خوب لکھ سکتی ہو۔ اور میرے برابر لکھ سکتی ہو۔ تم نے جو آخر میں لکھا ہے تمہارے دل کی پسلی۔ یہ ایسا فقرہ ہے کہ مجھسے بھی ایسی عقل کی بات نہ لکھی جاتی۔

ارمانوں کا تقاضہ ہے کہ آج کم سے کم دس صفحے تو لکھوں مگر محبت پر مجھکو قابو حاصل ہے۔ دیوانہ نہ بننا چاہیے۔ فرصت کم ہے باہر کا کام بھی ٹھکتا ہے۔ اسلیے اسکو ختم کرتا ہوں۔ اب اتوار کو ملیں گے۔ کچھ کہیں گے۔ کچھ سنیں گے۔

تمہارے پہلو سے دور رنجور

حسن نظامی

از سکندرآباد دکن

لیلی اجی جان۔

آج یہاں آئے ہوئے دوسرا دن ہے۔ شام کو تمہارے خط کی امید ہے جسکی یاد میں خیال بے چین ہے۔ کل کی ڈاک میں جو منشی جی نے بھیجی تمہارا کوئی پرچہ نہ تھا۔ ذرا انصاف کرو مجھے کتنی تکلیف اس سے ہوئی ہوگی۔

مگر دل کو اس خیال سے تسلّی دے لی کہ جس دن میں چلا ہوں اسی دن منشی جی نے یہ پکیٹ بھیجا ہے جو مجھے کل شام کو وصول ہوا۔ اور تم اسدن گھر کے سنگوانے میں لگی ہوئی ہونگی لکھنے کی فرصت کہاں سے نکالتیں۔ اس خیال نے تم کو بیخطا ثابت کر دیا اور میں اپنے خیال پر خفا ہوا کہ اپنے تمکو کیوں بے قصور کر دیا۔ خیر یہ تو ہنسی کی بات تھی اب میرا حال سُنو۔ جمعہ کے سبب نہانے کا ارادہ تھا۔ بال اُلجھ رہے تھے مگر نہ نہا سکا

آج صبح بال دھوئے۔ خود ایک گھنٹہ میں کنگھی کی۔ اور تم کو یہ خط لکھنے بیٹھا۔ مگر کیا لکھوں۔ اطمینان نہیں ہے۔ خلقت آس پاس کرسیوں پر بیٹھی ہے۔ باتیں کرتا جاتا ہوں اور لکھتا جاتا ہوں۔

رات کو نیند خوب آتی ہے۔ ٹھنڈی ہوا۔ ہرا بھرا باغ۔ آرام کا سب

سامان۔ کھانا خوب کھایا جاتا ہے۔ خاص کر آم تو دن میں تین بار کھاتا ہوں۔ موتی بیگم اور ان کی سب بہنیں رات دن خاطر داری میں مصروف ہیں۔

تم یہاں آتیں تو ان لوگوں کی تمیزداری سے تم کو بہت تجربہ ہوتا۔ بات میں۔ کھانے پینے میں غرض ہر کام میں ان کی صفائی ستھرائی اور سگھڑاپا ہے۔ ہمارے ہاں تو کسی کی خواب میں بھی یہ تمیز نہ آئی ہوگی۔

حسن نظامی۔ تمہارا یاد کرنے والا

سکندر آباد دکن

جان من!

کل شام کو تمہارا خط ملا۔ یہ پہلا خط پردیسی کے نام ہے جس نے جی کو شاد کیا۔ حالات معلوم ہوئے۔ امید ہے کہ تم کو متھرا والا اور سنمارڈ کا لکھا ہوا خط بھی مل چکا ہوگا۔ اور سکندر آباد آکر جو خطوط میں نے لکھے ہیں وہ بھی پہنچے ہونگے۔ میں ایک خط روز ڈال دیتا ہوں۔

کل گرمی زیادہ رہی۔ اول شب بھی گرمی کا اثر تھا۔ آدھی رات سے خنکی شروع ہوئی۔ سب اندر سوتے ہیں۔

آج صبح سے گھٹا ہے۔ ٹھنڈی ہوا ہے۔ اور خوب بہار ہے
خرچ روز یاد کرکے لکھ لیا کرنا۔ اور یہ خیال رکھنا کہ فضول خرچ کچھ نہ ہو
فضول اسے کہتے ہیں جس کی ضرورت نہ ہو۔ اس کام میں خرچ کیا جائے
جو کام بغیر خرچ کے چل سکتا ہو اس میں خرچ کرنا فضول خرچی ہے
اگرچہ تم مجھ سے زیادہ اس بات کو سمجھتی ہو۔

از سکندر آباد دکن

میرے فکر کی متوالی!

دل شاد ہو کر میں خوش و خرم ہوں آج دوسری جون کا لکھا ہوا
خط ملا۔ رات کو بھی ایک خط آیا تھا تعجب ہے کہ ۳۱ مئی کا لکھا ہوا
خط جو میں نے منمارٹ سے بھیجا تھا کہاں غارت ہو گیا۔ وہ تم کو ۲ جون
کو پہنچا۔ شاید تیسری کو ملا ہوگا۔ میں نے اپنے ہاتھ سے وہ خط
ڈالا ہے۔

رات کے اور اس وقت کے خط سے سلمہ جانی کی بیماری کا
حال معلوم کرکے نہایت بے چینی ہوئی جی میں آیا تھا کہ تار دیدوں کہ
علاج دلی کے ڈاکٹر کا کرو۔ مگر یہ خیال آیا کہ تار سے گھبرا جائیں گے۔

اس واسطے خط لکھتا ہوں کہ سلمہ کے علاج میں بہت کوشش ہونی چاہئے۔ پرلٹے کھلا کر اسکا مرض بڑھایا گیا ہے۔ گھر کی دواؤں سے کیا ہوگا۔ بگی منگا کر چاندنی چوک والے ڈاکٹر کے پاس لیجاؤ۔ اور احتیاط سے پرہیز و علاج کرو۔

ابن عربی کی بھی علالت سے فکر ہے۔ اسکو بھی ڈاکٹر کے ہاں جانا چاہئے غفلت ٹھیک نہیں۔

میں اچھا ہوں۔ موسم اچھا ہے۔ رات کو بارہ ایک بجے سوتا ہوں۔ صبح پانچ بجے اٹھتا ہوں۔ دن کو سوناال جاتا ہے۔

آم بھی کثرت سے کھانے میں آتے ہیں۔ تین وقت کھاتا ہوں تم نے خربوزہ کھائے۔ گویا ہمنے کھائے۔

آم ہمنے کھائے گویا تمنے کھائے۔

از سکندرآباد دکن

دل کو لینے والی لیلی۔

کل صبح خط آیا تھا۔ آج صبح نہ آیا۔ شام کو آئے گا۔ یہاں دو وقت ڈاک آتی ہے۔ تمہارا خط اکثر شام کو آتا ہے۔ مگر کل فجر آگیا تھا۔

سلمیٰ کے خیال سے بہت فکرمند کر رکھا ہے دیکھئے میں اسکو زندہ پاؤنگا یا نہیں۔ خبر نہیں اس سے کیوں اسقدر محبت ہو گئی ہے۔

کل رات کو ایک بجے سونا ملا۔ سویرے جی خراب تھا دس بجے جب ذرا لوگ کم ہو گئے تو میں سو گیا۔ درمیان میں مہاراجہ صاحب کا سوار خط لے کر آیا تو جاگا۔ اور پھر سو گیا۔ بارہ بجے جاگا غسل کیا۔ کھانا کھایا اور یہ خط لکھنے بیٹھا۔

آم زیادہ کھانے سے معدہ خراب ہو گیا آج میں نے آم نہیں کھائے لیکن مسلم مرغ پکا ہوا تھا۔ وہ بھی ثقیل ہوتا ہے۔ تاہم اس وقت جی ہلکا ہے۔ آج گھر سے چلے پورے آٹھ دن ہو گئے۔ منگل کو چلا تھا آج منگل ہے۔

تم دن بھر کیا کرتی رہتی ہو۔ سارا روزنامچہ لکھا کرو۔ تاکہ مجھے یہ معلوم نہ ہو کہ میں پردیس میں ہوں۔ اور تمہارا سب حال معلوم ہوتا رہے۔ جہاں جاؤ جو تمہارے پاس آئے سب یاد کرکے لکھا کرو۔

حسن نظامی۔

از سکندرآباد دکن

محرم رازمن!

کل سلمہ کے خط سے معلوم ہوا کہ تم کو ۳؍جون تک میرا خط نہیں ملا۔ بہت تعجب ہوا۔ میں نے منماڑ سے ایک خط ۳۱؍مئی کو لکھا تھا وہ ۳؍جون کو تم کو ضرور ملنا چاہیے تھا۔ شاید چار کو ملا ہو۔

مگر تمہاری پریشانی سے مجھے پریشانی ہوئی۔ رات کو وہی خیال رہا۔ اور بہت برے برے خواب دیکھے۔ آج صبح تار بھیجا ہے۔ اور سلمہ کی خیریت بھی منگائی ہے۔

میں روزانہ برابر تم کو خط بھیجتا ہوں۔ اب امید ہے کہ برابر ملیں گے راستہ کے سبب دو روز کا حرج ہو گیا۔

میرا وہم کہتا ہے کہ سلمہ خدانخواستہ زیادہ علیل ہے یا کچھ اور بات ہے۔ تم کچھ خیال نہ کرنا اور سچ سچ مجکو اصلی حالت لکھنا۔

حور بانو کا خط ملا۔ حور اتم اپنی آپا کو فکر نہ کرنے دیا کرو۔ میں بالکل خیریت سے ہوں۔ آم کھانے سے ذرا قبض ہو گیا ہے۔ کل سے آم چھوڑ دیے۔

از سکندرآباد دکن

پیاری پنکھے والی!

ٹھنڈی ہوا کا جھونکا کھاؤ۔ تمہارا خط تو مجھے روز مل جاتا ہے فقط ایک دن دیر ہوئی تھی۔ مگر میرے خط کو کیوں دیر ہوتی ہے حالانکہ میں روز روز سے ہزار کام چھوڑ کے تم کو خط لکھتا ہوں۔ اور آج تک کسی دن ناغہ نہیں کیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ پولس والے کھول کر دیکھتے ہیں اور دیر لگاتے ہیں۔ کھول کر دیکھنا ان کا فرض ہے۔ اگر ان کو کچھ شبہ ہو مگر ان کو یہ خیال کرنا بھی ضروری ہے کہ خطوط میں دیر کرنے سے کتنا ہرج اور فکر پیدا ہوتا ہے۔

خیر صبر کرو اور پولس والوں کو دعا دو ان کی بدولت خط دیر میں ملتے ہیں ورنہ میں برابر روز لکھتا ہوں۔

سلمہ کی خیریت کا تار آیا مگر مجھے یقین نہیں ہے۔ کیا بھید ہے جس دن تم نے برا خواب دیکھا اسی دن میں نے دیکھا۔

تمہارا وفادار شوہر

حسن نظامی

سلطان باغ حیدرآباد

لیلیٰ جانی!

آج صبح کی ڈاک میں اتوار کے سبب تمہارا خط نہیں آیا۔ شائد شام کو آئے گا۔

میں اس وقت ایک بہت ہی خوبصورت مقام پر ہوں۔ اس کا نام سلطان باغ ہے۔ مگر درحقیقت یہ دل باغ ہے۔ نواب اقبال الدولہ بہادر سابق وزیر اعظم حیدرآباد کے پوتے نواب محمد ابوالفتح خاں اس میں رہتے ہیں جنھوں نے آج مجھے یہاں مدعو کیا ہے۔ کھانا کھا کر گانا سنکر اوپر کی منزل پر آیا ہوں۔ سامنے پہاڑ ہیں۔ ندیاں نظر آتی ہیں۔ مگر یہ حسین ساگر تالاب کا نظارہ ہے۔ ندیاں نہیں ہیں۔ تم یہ دیکھتیں تو بہت خوش ہوتیں۔ میں نے ابھی لیلیٰ کا قصہ قوالی میں سنا ہے اس لئے اپنی لیلیٰ کو دردِ دل سناتا ہوں۔

میری لیلیٰ! میری لیلیٰ!! میں اس باغ میں سب کچھ پاتا ہوں۔ دنیا کی سب بہار اس میں ہے۔ مگر تم نہیں ہو تو کچھ نہیں ہے۔

یہ شہر سے آٹھ دس میل دور ہے۔ اور جنگل میں بالکل اکیلا ہے۔ اگر دور نہ ہوتا تو میں ہمیشہ یہیں آکر ٹھہرا

بسر کرتا۔

تمہاری یاد میں غمگین
حسن نظامی

از چشت بسیرا

حیدر آباد دکن

شب برات

میری مہتابی خدا تمکو منور رکھے۔

کل شام کو تمہارے اس باغ میں آگیا۔ بہت وسیع پرشاندار اور سہانا مقام ہے۔ بالاخانہ پر ٹھہرا ہوں جہاں کئی سو آدمیوں کے بیٹھنے کے قابل تو صرف ایک ہی کمرہ ہے۔

رات کو آرام سے رہا مگر ذرا معدہ خراب تھا۔ اب صبح چھ بجے تازہ دودھ پیا۔ اجابت خوب صاف ہوگئی۔ تمہیں معلوم ہوگا کہ قبض نہ ہو تو میں بہت خوش رہتا ہوں۔ چنانچہ اس وقت باغ کے پرندوں کی آوازیں بڑی بہار دے رہی ہیں۔

آج شب برات ہے۔ نہ میں تمہارے پاس۔ نہ تم میرے پاس۔

مگر تم نے سچ لکھا تھا کہ دل تو قریب قریب ہیں۔ مگر دیدار طلب آنکھ کا کیا علاج۔

والسلام
حسن نظامی

از مدرہ دکن

بے پر کی تیتری!

آج میں حیدرآباد سے بہت دور ہوں۔ مدراس یہاں سے صرف رات بھر کا راستہ ہے۔

یہ ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ چھپر پڑے ہوئے ہیں۔ رات کو جب یہاں پہنچے تو سخت گرمی تھی۔ سر میں درد ہو گیا۔ مگر آدھی رات کو ابر آیا تو صبح ہوئی۔ ہوا چلی۔ ہم سو گئے اس نے پنکھا جھلا۔ رات کو آم زیادہ کھائے تھے اس سے جی خراب ہے۔ نیند چلی آتی ہے۔ یہاں دن بھر ٹھہرنا ہے۔ رات کو روانہ ہو کر کل حیدرآباد پہنچیں گے۔ اور تمہارا خط دیکھیں گے۔

حسن نظامی

از مارہرہ

میری نرگس بیمار!

سلام۔ کل رات کو حیدرآباد جانا نہ ہوا۔ تحصیلدار صاحب نے روک لیا۔ اور حیدرآباد کے لوگوں کو تار دیدیئے۔

آج بھی قوالی ہے۔ کل بھی تھی۔ قوال حیدرآباد سے آئے ہیں۔

سویرے ہم ندی پر نہانے گئے بڑی بہار تھی۔ وہیں نہا کر صبح کی نماز پڑھی۔ جب چلنے لگے تو ایک بہت بڑا سانپ سامنے آیا۔ ساتھ کے ایک شاہ صاحب نے اسکو مار ڈالا۔ پھر آٹھ بجے تک ہم جنگل ہی میں رہے۔ اور وہاں سے آکر ناشتہ کیا۔ گیارہ بجے ذرا سو رہے۔ ایک بجے اٹھکر کھانا کھایا۔ اب خط لکھا۔ نماز پڑھ کر قوالی میں جائینگے رات کو گیارہ بجے روانہ ہو کر صبح حیدرآباد پہنچیں گے۔

دعاگو

حسن نظامی

از چشت لبسرا حیدرآباد

بانو پیاری! تمہارے خواب ایک حد تک سچے ہیں مجھے کچھ پریشانی

اٹھانی پڑی۔ اور اسی کی وجہ سے میں آج یہاں سے روانہ ہوتا ہوں۔
اور بمبئی جاتا ہوں۔ پورے حالات زبانی کہونگا۔

خدانخواستہ کچھ زیادہ تشویش کی بات نہیں ہے۔ صرف یہ ہے
کہ میں یہاں ٹھیر نہیں سکتا۔

واحدی صاحب کل آگئے۔ وہ ابھی قیام کریں گے۔ میں کل
ضرور ضرور یہاں سے روانہ ہوجاؤں گا۔ دہلی یا بمبئی۔ اس کا حال
تار سے معلوم کروگی۔

عربی کا خط دیکھا۔ حور کو اور ان کو دعا۔

حسن نظامی

از چشت بسیرا۔ حیدرآباد دکن

یاد آنے والی!

کل رات کو خط ملا۔ حالات معلوم ہوئے۔ تمہاری فکرمندی
سے تکلیف ہوئی۔ خانگی حالات تم نے لکھے۔ میں اس سے بہت
خوش ہوا۔ تم کو مجھ پر بھروسہ ہوگا تو مجھکو بھی تم پر بھروسہ ہوگا۔ زندگی اسیکا
نام ہے کہ دو دل مل جائیں۔

کچھ ایسے واقعات پیش آئے ہیں کہ میں یہاں زیادہ نہیں ٹھہر سکتا جب یہاں سے چلونگا تم کو تار دوں گا تاکہ ڈاک بمبئی روانہ کرو۔

گردہ کے درد کا حال تم نے پرسوں لکھا تھا میں اس سے خوش ہوا۔ کیونکہ پانچ دن پہلے میرے بھی درد تھا۔ خدا کا شکر ہے ہم دونوں ایک جان ہو کر ایک جسم بھی ہوتے جاتے ہیں۔

زیادہ نہیں لکھ سکتا۔ بالکل فرصت نہیں ہے۔

دعاگو

حسن نظامی

از بمبئی

دردِ سر کی صندل اور خود اس درد میں مبتلا۔

کل صبح بمبئی پہنچا! چونکہ واحدی صاحب ہمراہ آئے ہیں اور انہوں نے کبھی بمبئی دیکھی نہیں۔ اس واسطے صبح سے شام تک انکو سیر کراتا رہا۔ کل بھی فرصت کا وقت نہ ملا۔ اور آج بھی یہی حال ہے کل شام کو واحدی صاحب دہلی جائیں گے۔

حسن نظامی

از بمبئی

فکر میں ڈالنے والی خدا تیرا بھلا کرے۔ کل اور پرسوں ایسی تشویش رہی کہ خدا کی پناہ۔ جب دوپہر کو خط آیا تو جان میں جان آئی۔

میرا ارادہ منگل کو یہاں سے چلنے کا ہے مگر امید نہیں ہے کہ یہ ارادہ پورا ہو۔ غالباً جمعرات کو چلونگا۔ اور جمعہ کو آگرہ ٹھہرونگا۔ ہفتہ یا اتوار کو گھر پہنچنا ہوگا۔

کل یہاں تو چاند دکھائی نہ دیا۔ ابر تھا۔ دلّی کی خبر نہیں۔

حسن نظامی

از بمبئی

میری جان اللہ کی امان!

کل کے خط سے طبیعت کی خرابی معلوم ہوئی تھی۔ آج صبح سے لے کر یہ وقت کہ چار بجے ہیں۔ تمہارا خط نہ آیا۔ طرح طرح کے وہم آرہے ہیں۔ تار بھی دیا ہے۔ مگر جی کو تسلی نہیں۔ تار کا جواب ٹھیک آیا تو خیر ورنہ کل روانہ ہو جاؤنگا۔

یوں بھی اب کے پیر یا منگل کو روانہ ہونے کا ارادہ ہے۔ آج دن بھر میں نے کچھ کام نہیں کیا۔ ازحد پریشانی ہے۔ بیماری کے سبب نہیں۔ بلکہ خط نہ آنے کی وجہ سے۔ کیونکہ بمبئی میں خط نہیں رک سکتا۔

متفکر حسن نظامی

بمبئی

خواجہ کی پیاری! خدا تم کو تندرستی دے۔

کل خط نہ آنے سے ازحد فکر ہوا۔ آج بھی اب تک ڈاک نہیں آئی۔ تار کا جواب بھی نہ آیا۔ شاید دوپہر تک آجائے۔

صرف جواب کی راہ دیکھتا ہوں۔ فوراً روانہ ہو جاؤں گا۔

رات کو مزاج بھی خراب رہا۔ کھانا نہ کھایا۔ اب بھی طبیعت بالکل صاف نہیں ہے۔ موسم خوب ٹھنڈا ہے۔

حسن نظامی

از بمبئی

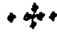
میری عزیزہ!

خدا تم کو صحت دے۔ کل کے اور آج کے خط سے زکام کی تکلیف

کا حال معلوم ہوا - میں ممنون ہوں کہ تم نے سچ سچ کیفیت لکھدی - خدا تمکو جلدی آرام دے -

میں خیریت سے ہوں - اپنی خیریت جلدی جلدی لکھو -

حسن نظامی



از مبلغی

خانہ دل کی رکھوالی -

کل دردِ سر نے بہت ستایا - آج جلاب لیا جس سے آرام ہوا - غالباً پرسوں جمعرات کو صبح کی ریل میں سوار ہو کر جمعہ کی شام کو سات بجے تمہارے گھر کے پاس سے گزرونگا - اور سیدھا دہلی جاؤنگا اور وہاں سے ساڑھے آٹھ بجے کی ریل میں نظام الدین پہنچونگا - علیہ اور جلو کو ریل پر بھیجوا دینا اور مکان میں صفائی اور درستی کرا رکھنا - پانی کے برتن کورے منگوا لینا اگر خراب ہو گئے ہوں - کھانا بھی کھاؤنگا - وہ بھی تیار رکھنا - یہ خط غالباً تم کو عین جمعہ کے دن صبح ملیگا - اور میں شام کو آؤنگا - اس خط کو تار سمجھو - لیکن اگر کل تک رائے بدل گئی تو تار دونگا -

تہذیب نسواں سے واقعی تعجب ہے کہ اس نے نانی بڑھیا والا مضمون کیوں نہیں چھاپا - شائد پھول میں چھپا ہوگا - ایک کارڈ لکھکر دریافت کر دو

اب یہ آخری خط ہے یعنے کل نہیں لکھوں گا۔ کیونکہ پھر وہ ہفتہ کو پہنچیگا۔ اور ہفتہ کو میں خود گھر میں ہونگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

حسن نظامی

میری حبّیا!

کل متھرا سے ایک خط لکھا تھا پہنچا ہوگا۔ آج دس بجے صبح منماڑ پہنچا۔ حیدرآباد کی گاڑی یہیں سے ملتی ہے۔ مگر ہماری گاڑی دہلی سے تین گھنٹے لیٹ تھی۔ حیدرآباد کی گاڑی ساڑھے آٹھ بجے چھوٹ گئی اور میں رہ گیا۔

اب میں رات تک یہاں پڑا رہونگا۔ اور پھر کل رات کو حیدرآباد پہنچونگا۔ راستہ تو آرام سے گزرا۔ کہیں کہیں بارش بھی ہوتی آئی مگر اس دیر کا بہت افسوس ہے۔ پوریاں کھائیں مگر وہ ثقیل ہوتی ہیں کھائی نہ گئیں۔ روٹی ریل پر ملتی نہیں۔

خیر دو دن کی تکلیف اور ہے۔ پرسوں سے آرام ہو جائیگا۔ گھنٹے کے پاس والی قلمی تصویریں ملٹ کاغذ میں لپیٹ کر صندوق میں رکھوا دینا۔ برسات میں خراب نہ ہو جائیں۔

حوریا نو سے کہنا کہ استانی جی کے جانے کے بعد پڑھنا ناغہ نہ کریں اور اپنے ہاتھ کا پرچہ روزانہ لکھتی رہیں سلمہ کا بہت فکر ہے اس کی

خیریت روز لکھا کرو۔

از سکندر آباد دکن

تار آج ملا کہ سلمہ اچھی ہے مگر مجھے اطمینان نہیں۔ میں اچھا ہوں آج صبح دو خط ملے کل نہ آیا تھا۔

یہاں گرمی بالکل نہیں۔ جی چاہے تو آجاؤ۔ ورنہ میں بھی رمضان سے پہلے آجاؤں گا۔ پھر شملہ چلنا۔

حور بانو کو آداب۔ اور کسی کو نہیں۔ ابن عربی کو شاباش جلتے رہو۔

حسن نظامی

از سکندر آباد

پردہ والی بانو!

کل شام کو اور آج صبح خطوط ملے۔ گھڑی گھڑی پڑھے اور مزا لیا۔ سلمہ کی صحت سے اطمینان ہوا۔ میں اس وقت مدرہ جا رہا ہوں آٹھ گھنٹہ کا راستہ ہے۔

جلدی کے سبب مفصل جواب نہیں لکھ سکتا۔ حور بانو کو یہی خط دکھا دینا۔

عربی کے سلام سے میرا جی بہت خوش ہوتا ہے وہ خط بھی لکھا کرے۔

حسن نظامی

از چشت بسیرا - حیدرآباد۔

کل میں نے واحدی صاحب سے خط لکھوا دیا تھا - کاہلی و کم فرصتی کے سبب خود نہ لکھ سکا۔ اب یہاں سے پرسوں پیر کی صبح کو بمبئی روانگی ہے۔ وہاں سے مفصل کیفیت لکھونگا۔

تمہارے خطوط کئی دن سے نہیں ملے۔ غالباً بمبئی میں جمع ملیں گے۔

حور حسن نظامی کو شبرات کی ایک حیاتی روانہ کرتا مگر وہ اسقدر کچی ہوتی ہے کہ اسکے پیٹ میں درد کا اندیشہ ہے۔

عزیزم ابن عربی کے کئی خط آئے جی باغ باغ ہوا۔ وہ خود لکھا کریں تم نہ لکھوایا کرو۔

حسن نظامی

از سکندرآباد

لو جانم آج یہاں آئے ہوئے سات دن ہو گئے۔ کل تمہارا خط نہ آنیسے بہت فکر تھا۔ تار بھی دیا ہے۔ میرے دل میں بھی یہی خیال آیا تھا کہ

اتوار کے سبب ٹکٹ نہ ملے ہونگے۔ سال گرہ کا خیال نہ آیا تھا۔

کل رات کو میںنے ایک برا خواب دیکھا تھا اسکی بنا پر تار دیا۔

ڈاک خانہ خطوں کے لئے بند نہیں ہوا کرتا۔ یہ خط ڈاک منشی نے کیوں واپس کیا۔ یہ اسکی شرارت ہے۔

آموں کا حال معلوم ہوا۔ میں خود تم کو ایک پارسل بھیجنا چاہتا تھا۔ چلو اچھا ہوا تم کو آم مل گئے۔ اب میرا جی یہاں آم کھانے سے خراب نہ ہوگا۔ آم تو میںنے ترک کر دیئے ہیں قبض ہونے لگا تھا۔

میرے جی میں تم کو جیسے خط لکھنے کے ارمان تھے وہ اس گڑبڑ میں نہیں لکھے جاتے۔ فرصت ملتی تو چھپنے اور رکھنے کے قابل تم کو خط لکھتا

سلمہ کا حال سنکر بے قرار ہوگیا۔ آپ اس سے کیوں بے پرواہیں وہ دنیا میں خواہ مخواہ تو نہیں آگئی ہے۔ اپنا بچہ ہے۔ اسکے لئے خرچ اور علاج میں غفلت نہ کرو۔

از سکندرآباد

مونس من السلام۔ آج صبح مدرہ سے سکندرآباد آیا۔ مدرہ سے دو خط لکھ چکا ہوں۔ ملے ہونگے۔ یہاں آکر تمہارے خط وصول ہوئے اور ساری کیفیت معلوم کی۔

مدرہ میں گرمی بہت تھی - یہاں سردی کا یہ عالم ہے کہ آتے ہی گرم اونی بنیان پہننا پڑا - اسپر بھی پھریریاں چلی آتی ہیں -

اب میں دوپہر کو حیدرآباد جاکر رہونگا - جسکا پتہ تم کو پہلے لکھ چکا ہوں

از چشت بسیر آگو بند باغ - حیدرآباد

ہمدم من -

آج صرف خیریت نامہ لکھتا ہوں - نیند آنکھوں میں ہے - ہاتھ پاؤں دکھتے ہیں مگر سونے کی فرصت نہیں سنا لگا پرسوں یہاں سے روانہ ہو کر پھر سکندرآباد جاؤنگا -

واحدی صاحب آج آنے والے ہیں -

حور بانو اور ابن عربی کو دعا -

دعاگو حسن نظامی

وہ مختصر پرچے جو مردانہ مکان سے زنانہ میں بھیجے گئے

جانم - تمنے بارہ اور بارہ چوبیں برس سے اپنی حالت نہ لکھی کہ اب تو متلی نہیں ہوتی - اور درد سر نہیں رہتا - خدا کا شکر ہے آج میں بالکل اچھا

ہوں - رات کو نیند خوب صاف آئی ، دو دفعہ آنکھ کھلی اس وقت بھوک بھی ہے سالن کم بھیجا کرو -

حسن نظامی

پیاری باورچن - سلام - آج سالن اور بھیجا خوب ہی مزیدار تھا معلوم ہوتا ہے ، تم بڑی اچھی باورچن ہو - ذرا مرچیں تیز تھیں مگر ناگوار نہ تھیں -
گھنٹہ کو کوک دینا ورنہ بند ہو جائے گا - حور بانو سے سلائی کا اور پکانے کا کام لیا کرو - وہ کھیلتی نہ پھریں - اب ان کی عمر کھیل کی نہیں ہے -
پانچ لفافے نذر کرتا ہوں - کاغذی آدمی کی نذر کاغذ کے سوا کیا ہو سکتی ہے -

حسن نظامی

کنٹوپ کا چندوا چھوٹا ہے - سر میں پھنس گیا - ذرا اس سے بڑا ہو -
انگشتیہ نگندے کی ضرورت نہیں - معمولی کافی ہے -
خرابی روشنائی کی نہیں قلم کی ہے - تم کو باریک نب بھیجا ہے اس سے لکھا کرو -
وہ اخبار کا مضمون اسلئے بھیجا تھا کہ کل کے سبق کانگرس اور مسلم لیگ کو سمجھ لو - کہ بیوی کانگرس کی ہم خیال ہیں اور میاں مسلم لیگ کے

پان بھیجدو۔ صابن بدل دو۔ زردہ اچھا ہے یعنے صاف چورا دو۔ ڈنٹھل نہوں دودہ ہمیشہ آدھا گلاس بھیجا کرو۔ زیادہ نہیں۔

دل جان من لیلی

کوئی مجھ سے پوچھے تمہاری شادی کہاں ہوئی ہے تو میرا جواب کیسا آسان ہوگا۔ کہدونگا۔ وہاں جہاں پانوں میں کتہ بہت لگایا جاتا ہے آج ابھی سے بھوک لگ رہی ہے خدا کا شکر ہے۔ رات کو نیند بھی اچھی آئے تب بات ہے۔

لیلی! اسلام۔ خط ملا۔ مجھے تمہارے مشورہ سے اتفاق ہے لیکن جب تک کپڑا آئے اور سلے اس وقت کے لئے تو ستر پوشی ضروری ہے۔ اپنے دو کرتے روانہ کرتا ہوں۔ میرے لئے گرمی میں پہونچ جائینگے ان میں سے جے کرتے بن سکیں ان غریب بچوں کو بنادو۔ پاجاموں کو بعد میں دیکھا جائے گا۔

تم نے جو رہائی کے خط پر لفظ قبلہ و کعبہ کاٹ دیا۔ مجھے اس سے بہت خوشی ہوئی۔ تم کو شاید میرے قبلہ و کعبہ والے مضمون کا خیال آیا ہوگا۔ جس میں قبلہ و کعبہ لکھنے کی مخالفت کی تھی۔ خدا کرے تم جیتی رہو۔ ان

سمجھ کی باتوں سے تو میرا جی ڈر کر سکڑ ہوتا ہے کہ کہیں خدانخواستہ مرنہ جاؤ۔
وہ مضمون راز و نیاز میرٹھ میں گیا ہے۔ دو مہینے میں چھپے گا۔ اس واسطے
میں نے تم کو دکھا دیا تھا۔
اوہ بھوک۔ صبح کم کھائی تھی۔ دو بجے سے بھوک لگ رہی ہے
آج کام بھی کم ہوا۔ جی درست نہیں ہے۔ تم نے یہ نہ لکھا کہ تمہارا جی
کیسا ہے۔

حسن نظامی

کیا کروں لیلی؟ جی نہیں مانتا۔ دس صفحے میلاد نامے کے لکھ چکا تھا۔
خیال تھا کہ سبق آج ناغہ رکھوں گا گر جی گھبرایا اور تیرہ صفحے سبق کے لکھ
ڈالے۔
اماں کو بھی سنا دیا کرو۔ تاکہ ان کے خیالات بھی تو درست ہوں۔
وہ بیچاری خود تو پڑھ سکتی نہیں۔
تم نے بیگم صفدر علی کا خط منگوا کر رکھ لیا نہ خود جواب دیا نہ مجھکو دینے دیا
اخبار خطیب گیا تو پھر نہ آیا۔ میں نے اسکو دیکھا تک نہیں۔ پہلے تم کو
بھیجا تھا۔
ذرا قبض کی شکایت ہے۔ صبح دلیہ آیا ہا اہو ہو ہو۔ بڑے مزے

سکا تھا۔ روٹی میں نے ایک ہی کھائی تاکہ دلیہ ہضم کرسکوں۔ اب بھوکا ہوں کچھ ہو تو دو۔ سویرے سے کھالوں۔ حور بانو عجب غفلت خانم ہیں۔ ابا کو یا تو یاد کرتی نہیں یا پھر پلنگ میں چلی گئیں۔

حسن نظامی

جب جی اچھا نہیں تو یہاں گرمی میں آنے کی کیا ضرورت ہے وہاں ہوا میں رہو۔ میں ظہر کی نماز کے بعد خود مل جاؤنگا۔ کونین ارسال ہے۔ اسکی گولی کھالو اور حور کو بھی کھلا دو۔ دوسرے بخار کی آمد ہے۔ ذرا سو جاؤ آرام ہو جائیگا۔

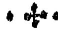
حسن نظامی

جناب محمود صاحب! سلام۔ رات کو نیند اچھی طرح نہ آئی۔ خبر نہیں کیا وجہ تھی۔ برابر یہ معلوم ہوتا رہا کہ دو آدمی برابر سوتے ہیں اور لمبے لمبے سانس لیتے ہیں۔ میرا خیال ہے دماغ کی خشکی کے سبب یہ آوازیں آتی تھیں۔ صبح خوب تیل کی مالش سر پر کی۔ کام کرنے اب دس بجے بیٹھا ہوں۔

غلام رسول کو کل بیشک دیر ہو گئی۔ ڈاک زیادہ تھی۔ وہ تین بجے

ڈاک خانے سے آیا۔ اسکا قصور نہیں ہے۔

حسن نظامی



لیلی جی۔ صبح پانچ بجے سے لیکر اب دس بج گئے تب کہیں جا کر بال سلجھے ہیں۔ مینے بھی سوچ لیا تھا چاہے شام ہو جاے ان کو سلجھا رہونگا۔ نیند انہی کی وجہ سے نہ آتی تھی۔ موٹی موٹی لٹیں الجھ گئی تھیں۔ اب سر صاف اور ہلکا ہو گیا۔ بالوں کی کھرچن ارسال ہے۔ مجکو تابعدار بنانی کو عمل پڑھنا ہو تو ان پر پڑھ دینا۔

حسن نظامی



میری لاڈو جان!

دیکھو جس قدر کپڑا قمیصوں اور پاجاموں کا آیا ہے اسکے نمونے بھیجدو اور یہ بتاؤ کہ ان غریبوں کے کرتہ پاجامہ میں کتنا کپڑا لگے گا۔

مرکاری مجھے نہیں چاہیئے۔ مگر تم پڑوس کا خیال رکھا کرو۔ خدا کا بڑا تاکیدی حکم ہمسایہ کی خبرگیری کا ہے۔

حسن نظامی



لیلیٰ!

حلوا سوہن میں نے چکھ لیا۔ باقی اُلٹا روانہ کرتا ہوں۔
یا تو میں بدل گیا۔ یا تم بدل گئیں۔ اب ہر چیز میں کمی کیوں ہوتی ہے
بھیجا تو ایسا بنایا کہ روز نہ بھیجو تو بھی اور بھیجا اور بھیجا کیے جاؤں۔ گوبھی
بھی خوب تھی۔ روکھی سے نے مزا دیا۔

حسن نظامی

بہادر عربیا!

کئی دن سے تمہارا پرچہ نہیں آیا۔ یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ تم نیا سبق
پڑھنے جاتے ہو۔ کچھ سوغات منگانی ہو تو لکھو۔ دعا گو

حسن نظامی

لیلیٰ جی!

دشمن مدعی تو میں نے زبان کا محاورہ لکھا ہے۔ ورنہ ہم مسلمان
موت سے ڈرا نہیں کرتے۔ دونوں مضمون بھیج دو۔ اور ہمیشہ بھیجا کرو۔

پیاری ہم اور تم زندگی میں برابر کے شریک ہیں۔ پھر اسکی کیا ضرورت

کہ ایک روپیہ قرضہ کا دینا ہو تو مجھ سے پوچھا جائے۔

روپیہ روانہ کرتا ہوں محتاجوں کا تم نے خیال کیا جی خوش ہوا میرے پاس بانات کا ایک ٹکڑا استعمال گیا تو کرتہ بنا دینا۔ یا کپڑا منگا دینگے پورا گرم جوڑا ہو تو زیادہ ثواب ہے۔

لیلیٰ! خط ملا۔ رات کو تو بیشک حالت بہت خراب تھی میں نے تم لوگوں کی پریشانی کے سبب خبر نہ کرائی۔ بخار جاڑا اور گھبراہٹ کی کچھ حد نہ تھی۔ چاہا تھا کہ چلہ کو سلام کروں۔ اور تم کو بلا لوں۔ مگر ہمت نے اس سے انکار کیا آدھی رات کو بخار اترا۔ بھوک شدت کی لگی۔ دودھ منگا کر پیا۔ پھر خوب گہری نیند آئی۔ ناف صبح ملوائی تو سہی مگر خرابی انتڑی میں معلوم ہوتی ہے۔ اور وہ پھوڑہ کی طرح دکھتی ہے۔ اس واسطے میں نے ڈاکٹر کو بلایا ہے عورتوں کی طرح صرف پیٹ دکھاؤنگا۔ باقی جسم ڈھکا رکھونگا۔ ناف بھی یونہی ملوائی ہے۔

بخار صرف انتڑی کی خرابی سے تھا ورنہ منہ کا مزا۔ دماغ دل بالکل ٹھیک ہے۔ اور اس وقت تو ایسا ہوں کہ خوب صفائی سے لکھ رہا ہوں۔

حسن نظامی

خواجہ بانو اسلام!! اب میں خدا کے فضل و کرم سے بالکل اچھا ہوں۔ ڈاکٹر کے مرہم نما تیل سے بہت فائدہ ہوا۔ یہ ڈاکٹر بھی مجھ جیسا چلہ باز ہے۔ اس واسطے اسکے ہاتھ لگانے کا ڈر نہ تھا۔ اس نے عمل روحانی بھی مجھ پر کیا۔

پیٹ کی دکھن بہت کم ہے۔ مگر احتیاط یہ ہے کہ اس وقت کھانا نہ کھاؤں۔ سوتے وقت دودھ پی لوں۔ آدھی کیتلی دودھ چھان کر کچا بھیجدینا۔ یہاں گرم کر لونگا۔

خدا نے کیا۔ یہ آفت ٹل گئی۔ اب تم ہر طرح تسلی رکھو۔ واحدی صاحب کا صبح خط آیا تھا کہ میں آؤں۔ میں نے انہیں منع کیا تھا۔ اب انکا ایک خط اور آیا ہے۔ جو روانہ کرتا ہوں۔ تم نے اشارۃً چلہ مختصر کرنے کو لکھا تھا وہ صاف زور دیتے ہیں کہ توڑ ڈالو۔ بھلا یہ بھی مردوں کی بات ہے۔ جو پیچھے بھاگ جائیں ذرا سی تکلیف سے۔

حسن نظامی

لیلی!

سبق یا رسالہ ہے۔ اسکا جواب ذرا بڑا لکھنا۔ اور روپیہ کی خرابیوں پر۔ اور عورتوں کی اندھا دھند حالت پر دماغ سے زور دیکر خیال ظاہر کرنا۔

تم کو تو میں نے کتاب بھیجی ہے۔ اسپر لکھا کرو۔ خراب کاغذ پر نہ لکھو کاپی نویس لکھے گا کیونکر۔

مجکو سالن بہت کم بھیجا کرو۔ اتنا لکھا تم بھول جاتی ہو۔ بس تین روٹیاں اور تھوڑا سالن تا کہ زیادہ نہ کھا سکوں۔

آج سے چلہ کے صرف ۱۲ دن باقی رہ گئے۔ یہ بھی خدا نے چاہا ہو کسی طرح جائیں گے۔ تم جو رباتو کو مضمون دکھاتی ہو یا نہیں۔

ہر مضمون کو دو دو دفعہ یاد کر کے پڑھا کرو۔ اسکے بعد جواب لکھو تب تیسری دفعہ پھر پڑھ لیا کرو۔ غرض اس سے یہ ہے کہ مضمون ذہن پر نقش ہو جائے اور جب کسی مضمون کو سوچو تو اس یادداشت سے مدد ملے۔

حسن نظامی

لیلیٰ۔ افسوس ہے کہ آج مجکو اسکی ضرورت پیش آئی کہ خفگی کے اظہار کے ساتھ تم کو اپنا منشا بتاؤں۔ کھانیکو تو خود لگا کے بھیجا ہے پان واپس کرتا ہوں۔ کتھ چونہ کم کرو۔ میں چونہ کو زیادہ چاہتا تھا مگر اتنا زیادہ نہیں۔ تم نے چونا بھی حد سے بڑھا دیا اور کتھ کے بھی الٹے لگانے شروع کر دیئے۔ میں نے دو دفعہ تم کو ہنسی کے اشاروں میں بتایا آج مجبوراً پان واپس کرتا ہوں۔ مجھے اس وقت بہت غصہ آرہا ہے۔ تم کسی سے کچھ

ذکر نہ کرو۔ اور چپ چاپ پان درست کر کے دو۔ کہ چونا اور کتھ نہ کم ہو جائے نہ اتنا لتھڑا ہوا ہو۔



میری خبر گیراں!

لکھنے کی محنت سے چھنگلی پھوڑے کی طرح دُکھ رہی ہے۔ مگر خط کا شکریہ ادا کرنا لازم ہے۔

ہاں خدا چاہے یہ چودہ دن بھی آسان کر دیگا۔

سویرے ارہر کی دال پکا دینا گھی کم۔

حسن نظامی۔



دوستوں کے نام

بخدمت ام یوسف صاحبہ!

عید کارڈ اسکو ملا جو عید و محرم کے امتیاز سے ناآشنا ہے رسومات کی دنیا میں سانس لینے کو نمودار ہونا اور پھر نمودار رہنا از بس دشوار ہے مگر

بقول کسی کے کُن کے ہاتوں غریب کائینات کو سب کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔

مجکو پانی پینے، روٹی کھانے، کمبل اوڑھنے، ویرانوں کے دیکھنے قبروں کی بوسیدہ ہڈیوں سے باتیں کرنے میں اتنا وقت خرچ کرنا پڑتا ہے کہ آپ کا وعظ دوبارہ سُننا محال نظر آتا ہے۔ اگر نپولین نے سچ کہا ہے کہ محال اور ناممکن کوئی چیز نہیں تو کبھی پھر بھی اسکا موقع نظر آجائیگا۔

مجکو بخار سے از حد نفرت ہے۔ گو جانتا ہوں کہ زندگی بھی ایک بخار ہے۔ اور جسمی حرارت پر اسکا مدار ہے۔ مگر وہ بخار جو تمکو ستایا کرتا ہے اب جاتا رہے تو اچھا ہے۔ اس خط کو لکھتے وقت میرے دل نے کہا کہ خدا نے تمکو تندرستی دیدی۔ یہ سُنکر مجکو اطمینان ہوا۔ والسلام

حسن نظامی

نغمۂ ناسوتی کاغذ کے پرزے میں لپٹا ہوا ملا۔ دل کے کانوں سے سُنا اور جسم کی آنکھ سے پڑھا۔

ہاں میں نے اپنے دل سے سُنا تھا کہ وہ پھر صدائے ہُو عالم بالا سے مانگتا ہے۔ کسی دن فرصت ہو سانس کی پھانسیں اپنی کھٹک سے باز آئیں تو پاس انفاس اور نفی اثبات کی سیر کرنا۔

حسن نظامی

آج ذرا سا لن آیا۔ بخار کے حملوں سے نجات ملی۔ عشرہ کے دن میری لڑکی حور بانو اصرار نہ کرتی تو کربلا جانا محال تھا۔ وہ گئی مجکو بھی لے گئی۔ یہ بخار سالانہ ٹیکس ہے۔ دنیا کے حاکم نے تو ٹیکس سے آزاد رکھا ہے مگر آن دیکھا سلطان اس جسم ناکارہ سے ٹیکس لیتا ہے جس میں ادائگی کی بہت کم گنجائش ہے۔

میں نے ساری بیماری میں صرف ایک بار اللہ کو پکارا ورنہ اکثر اسکو پاس ہی دیکھا پکارنے کی ضرورت نہ پڑی۔ پلنگ کی پٹی پر سر جھکائے بیٹھا رہتا تھا۔ گویا اسکو خبر ہی نہ تھی کہ اس نے مجکو مبتلائے کرب کیا ہے ایسے انجان کو کیا کہوں۔ غصہ بھی آتا ہے اور اسکی بناوٹی سادگی پر پیار آتا ہے دیکھو جب کبھی بیمار ہو تو خیال کرنا۔ وہ ضرور تمہارے پاس ہوگا بڑا تیماردار ہے چٹکی لے کر دلاسا دینا اسکا شیوہ ہے۔ انہی باتوں سے تو میں نے اسکو دل دیا ہے۔ تم بھی سب سے اپنا دل کھینچ لو اور اس نامعلوم مگر معلوم شئے کے سپرد کر دو۔ اسکا نام خدا ہے۔ ایشور ہے۔ گاڈ ہے۔ بڑا ہی جلاد ہے۔

حسن نظامی

آفتاب برج معرفت کے نام ذرۂ نور حقیقت کا پیام پہنچا۔

مجکو سورج ناحق لکھا آجکل تو میں اسکی دختر دھوپ کی پوجا کیا کرتا ہوں۔ برج اور معرفت دونوں سے ناآشنا ہوں۔

نظام المشائخ و اسوۂ حسنہ کی رسید ملی۔ اطمینان ہوا۔ زیادہ اظہار تکلف شکریہ میں نہ کرو مصرعہ چہ کند بے نوا ہمی وارد۔

میں تو بہت خوشی سے چاہتا ہوں کہ تمہاری نظم و نثر رسالہ نظام المشائخ و اسوۂ حسنہ میں چھپے۔ مگر جبکہ تم اُف اور آہ ہو تو اخباری کاغذ جل نہ جائیں گے۔ میرے خیال میں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ ہر شخص کی جداگانہ رائے ہوتی ہے۔ دنیا میں مردم شناسی کم ہے ظاہری حال کو دیکھا جاتا ہے۔

تندرستوں سے مجھے کچھ زیادہ اُنس نہیں ہے۔ بیماروں کو پسند کرتا ہوں۔ خواہ کسی قسم کا مرض رکھتے ہوں۔

تمہارے احمد آباد گجرات کے ایک شخص جو میرے مرید ہیں ۲۰ روز سے پولس کی حراست میں بھیج دیئے گئے تھے۔ اور آجکل وہیں جیل میں ہیں۔ گناہ آجتک معلوم نہوا۔ ان کی کوشش میں نورا آجکل مصروفیت زیادہ ہے۔

یوسف بہت ہونہار بچہ ہے۔ ایک بار دیکھکر مجھکو یاد رکھا جمعرات کو درگاہ میں آیا تو سلام کیا۔ میرا ولی پیارا اس تک

پہنچانا۔

حسن نظامی

مضمون والا خط دیکھتے ہی میں نے رسید لکھدی تھی۔ نظم تو آپ کی خطیب میں چھپ گئی۔ نثر بھی چھپ جائیگی۔

گزشتہ ہفتہ میرا عقد تھا اسلئے مفصل خط لکھنے کی فرصت نہ ملی۔

اہلیہ سابق کے انتقال کو سات برس ہوئے بارہ برس کی ایک لڑکی ہے جو خالہ کے پاس رہتی تھی اور اب میرے پاس آگئی ہے۔

اسکی کیا وجہ کہ میرا رسید والا خط گم ہوگیا۔ عزیز محمد یوسف کو دعا۔

حسن نظامی

سولہ تاریخ سولہ کا سن۔ کیوں نہ کہوں میسر ہوں تم کو مرادوں کے دن کرشن جی کی لائف لکھ رہا ہوں۔ اندھیرے سے لیکر اندھیرے تک کام کرتا ہوں۔ مطالعہ بھی۔ کتابوں کا باہمی مقابلہ بھی۔ اسپر محاکمہ بھی۔ تمنا یہ ہے کہ ایک حسین آدمی کی حیات ایسی لکھوں جو اُردو زبان میں سب سے زیادہ حسین ہو۔

شاہ صاحب دلی میں زخمی پڑے ہیں۔ اخلاق کا تقاضا تھا۔ انکی

خبر لینے جایا کرتا۔ وعدہ بھی کیا تھا۔ مگر کنہیا جی کی بانسلی سن چکوں تو باہر کا ہوش ہو۔

آپکا خط آج آیا۔ محمد مختار نام دیکھکر شوق دید میں بے اختیار ہوا۔ وہ صاحب مجھ سے ضرور ناراض ہونگے۔ کئی دن سے نہیں ملا۔ مگر میں مہابھارت کے بہادر صاحب سے جی لگا بیٹھا۔ وہ کہتے ہیں کہیں جاؤ ہماری ہستی ختم کرلو تو کسی اور کو دیکھو۔

دعاگو۔ حسن نظامی

خط ملا۔ احوال علالت سے فکر بڑھا۔ پانچواں دن ہے میں نے ایک خواب دیکھا تھا جس سے بہن کی علالت کی زیادتی معلوم ہوتی تھی۔ شاہ صاحب کے ہاں گیا تو ان سے یہ خواب بیان کیا۔ انہوں نے خواب سن کر آپکا خط سامنے رکھدیا جس میں اسکا ذکر تھا۔ بہر حال اندیشہ نہ کیجئے خدا صحت دیگا۔ میں نے آپ کو خاص درگاہ کے اندر دیکھا تھا۔

پھر وہاں نہ جا سکا۔ اسدن کے بعد پرسوں جانا ہوا تھا کیونکہ مجھکو بھی غشی کا دورہ ہوگیا تھا جو عہد طفلی سے ہوا کرتا ہے۔ اس کے سبب چند روز مضمحل رہا۔

عزیز محمد یوسف کو دعا۔

حسن نظامی

اسرار حقیقت کا پردہ پوش خط ملا۔ نظم و نثر ایڈیٹر خطیب کو بھیج دی تمہارے جسم کی حرارتوں نے تم کو افسردہ کر رکھا ہے۔ اسی کا نام بخار ہے۔ خدا زندگی کو راحت و آرام سے گزارے یہی دعا کافی ہے۔

ہاں یہ بھی کہ راحت دل۔ آب دیدہ۔ دقت خوش۔ عنایت فرمائے۔

تعویذوں کا لکھنا تو آتا ہے۔ مگر دینا نہیں آتا۔ بچوں کو دعا روا نہ کر سکتا ہوں۔

آدمی کے لئے نقل و حرکت بھی ضروری ہے۔ باہر کی ہوا کو بھی کبھی کبھی پوچھ لیا کرو۔ ہر وقت گوشہ میں رہنا مضر صحت ہے۔ جسم کے اطبائے حاذق کا ایسا ہی خیال ہے۔

عزیزم محمد یوسف کو یک نظر زلیخائی۔ مہینہ بھر کے نونہال کا سلام کیونکر لوں۔ وہ دربار وحدت سے ابھی آیا ہے۔ بڑی شان رکھتا ہے میں اس سے بہت دور نکل آیا ہوں۔ خدا اسکی عمر دراز کرے۔

درویش خانۂ شما میں آنے کا قلندروں نے ہنوز کوئی وقت مقرر

نہیں کیا۔ جب ہوگا اطلاع دی جائے گی۔ والسلام
حسن نظامی

آپ کو میرے خط کا انتظار رہو گا۔ دنیا کا تماشہ ہے جنکے خط کی لوگ راہ دیکھا کرتے ہیں ان کو بھی کسی کے خط کی راہ دیکھنی پڑتی ہے۔
عزیز یوسف کی صحت کی خبر مع مٹھائی کے ملی۔ الحمدللہ کہ وہ اچھے ہوگئے
میں بھی ایک مہینہ اپنی بیوی اور ان کی چھوٹی بہنوں کی چیچک کی تیمارداری کرنے میں بے فرصت رہا۔ اب سب اچھے ہوئے تو میں نے گھر سے قدم نکالا۔
خیر طلب حسن نظامی

میں۔ عقیدت۔ محبت۔ اُنس۔ سب الفاظ کے مفہوم سے جدا ہوں محض لطف ادب وشائستگی کی قدریں یہ خط وکتابت ہوا کرتی ہے لہذا یہ نہیں تو وہ نہیں۔ اور وہ نہیں تو یہ کہاں۔

عید کو آٹھ دن ہوگئے اور عید کارڈ کو سات۔ مگر میں اب تک مبارکباد دل

کے بوجھ سے سر نہ اٹھا سکا۔

سفر دکن و بمبئی ختم کیا۔ گھر آیا۔ تو سفر رمضان کو گھر میں پایا۔ عید کے مشکوک چاند نے اس سفر کو ختم کیا تھا۔ کہ سترہویں حضرت امیر خسروؒ کے نقارہ پر چوب پڑی۔

میری نہ عید۔ نہ دید۔ نہ شنید۔ پر کام سب کرنے پڑتے ہیں۔ شاباش میاں یوسف کو سنتا ہوں کئی روزے رکھے۔ ان کی عیدی بھی بھیج سکا لکھ تو رہا ہوں مگر ڈر ہے کہ پھول والوں کی سیر آپ کو قطب صاحب نہ لے گئی ہو۔

دعا گو۔ حسن نظامی

ایک کتاب جس کا نام انتخاب توحید ہے تمہارے منتخب موحدانہ خیالات کی دلچسپی کے لئے روانہ کرتا ہوں۔

میں خوش ہوں کہ تمہارا دل بیمار ہے۔ اور دعا کرتا ہوں کہ تمہارا جسم بیماری سے نجات پائے۔

دعا گو

حسن نظامی

بخدمت سردار دیوان سنگھ صاحب ایڈیٹر ریاست پٹیالہ
جنکو مفتوں شاہ کا خطاب دیا تھا

مفتون من! ست سری اکال۔

وہ خط جس میں قاتل مقتول کا بیان تھا۔ دلّی سے بمبئی آیا۔ آپکے خیالمیں قاتل آپ مقتول ہیں۔ اس لئے برداشتہ خاطر اور افسردہ و ملول ہیں۔

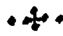
ایشیائی شاعری کے استعارے بھی حرب و ضرب سے خالی نہیں۔ انگریزی سرکار کس کس پر لائسنس لگائے گی۔ کہاں کہاں پریس ایکٹ مستعمل ہوگا۔ آپ ڈاکٹر ہیں میں مریض ہوں۔ آپکے ہاتھ میں نشتر ہے۔ میرے دل میں ناسور ہے۔ پھر خبر نہیں کون قاتل ہے کون مقتول ہے۔

بہرحال آپکی محبت اور قدردانی الفاظ و معانی سے دل تر و تازہ ہوا۔ سخن فہم کا ایک اشارہ جی میں ولولے پیدا کر دیتا ہے کہ بازار قلم گرمایا گیا۔ مینے لکھنے سے عہد نہیں کیا۔ اخباروں کی نمود سے بیزار ہوا ہوں۔ آپ ہی انصاف کیجئے اب ہندوستان کے اخبار حقانیت اور روحانیت کے ماتحت ہیں یا اغراض ذاتی کے۔ اور ہندوستان پر کیا منحصر ہے۔ گورے ملکوں کے اخبار بھی برہم کنندہ امن و امان

ہیں۔ پھر میں کیوں ان کاغذوں میں اوقات ضائع کروں۔ ضمیر کو گمن لگاؤں۔ لکھونگا۔ مگر لکھنے کے اور بہتیرے میدان ہیں۔

زیر بار منت واحسان

حسن نظامی۔



سردار بابا! ست سری اکال۔

وہ خط پہنچا جسپر مورتوں کے کئی ٹکٹ تھے اور جنھوں نے اسکو اپنے چہروں کی یادگار دی تھی۔ اسکو رجسٹری کہتے ہیں۔

تم مجکو دیکھنا چاہتے ہو۔ میں بھی چشم دیدار طلب لیکر دنیا میں آیا تھا مگر چند روز ہوئے یہاں سے چلا گیا اب وہاں ہوں جہاں سے مجکو بھی کچھ خودی کی خبر نہیں آتی۔ یہ ۱۸ فروری سے ۲۶ فروری تک بانکی پور و الہ آباد کا سفر ہے اسکے بعد بندہ ہے اور اپنا گھر ہے۔ آپ شوق سے آئیں۔ میرے گھر کی زمین آپ کے چرنوں سے ہم آغوش ہو کر مسرور ہوگی۔

زمیندار د توحید کی نسبت افسوس نکرو کہ شراب تلخ ہوتی ہے اور اسکے حجابوں کے پیچھے متوالا سرور بسیرا کرتا ہے۔

دعا گو حسن نظامی

۲۴ اکتوبر ۱۹۴۱ء

مفتوں شاہ بابا!

ست سری اکال۔ اسکو تاروں میں الجھاتے ہو۔ جسکے سر کے بال تک جدا ہو گئے۔ لبنی زلفیں سامنے پڑیہ میں بند ہی رکھی ہیں لیے اختیار ہنسی آتی ہے۔ سرکی دولت قدموں میں آگئی۔

آپ کا تار پڑھا گیا۔ خط سے تشریح ہوئی۔ یہ محبت کی ڈیوٹی پوری کی گئی۔ میں شکریہ ہرگز نہ لکھونگا۔ اور لکھتا بھی تو لکھنے کون دیتا ہے جگر آتے ہیں۔ خاطر داریاں کرنے والے قلم رد کرتے ہیں۔

مرض سے تو فراق ہو گیا۔ پہلو میں ناتوانی کے ناز انداز ہنوز موجود ہیں۔ جب تک یہ مہمان رہیں میں میرٹھ کی قمیص احمد لال کرتی کا دامن نہیں چھوڑ سکتا۔

مہاراجہ سر کرشن پرشاد نے آپ کے حوالہ سے ایک رسالہ لکھا ہے آریہ سکھ کے معانقہ پر۔ میں نے اسکا دیباچہ لکھکر واپس کر دیا۔ یہ عہد عتیق کی باتیں ہیں۔ ابتو نہ لکھنے کا ہوش ہے نہ پڑھنے کے حواس۔ کیوں رہے ڈاکٹر نکلی دل کی پھانس۔

حسن نظامی

۵ محرم ۱۳۳۳ھ

سردار صاحب!

ست سری اکال۔ نامہ گرامی اور پیکٹ اخبارات پہنچا۔ میں پھر موسمی حملے کا ہدف بن گیا تھا اس لئے جواب میں دیر ہوئی۔

مہاراجہ کشن پرشاد صاحب کا تار آیا ہے آپ کو اور مجھکو حیدر آباد بلاتے ہیں۔

میں نے تو فیصلہ کر لیا ہے کہ کل جاؤں گا کیونکہ آب و ہوا کی تبدیلی ضرور ہے۔ مگر آپ معلوم نہیں امورات خانگی سے اتنی فرصت پا سکتے ہیں یا نہیں۔

اب خیریت نامے حیدر آباد مہاراجہ کی معرفت بھیجئے گا۔

ایک بار دیکھکر دوسری دفعہ کی ہوس رکھنے والا

حسن نظامی

---

۴ جنوری ۱۵ء

داتا!

تین خط آئے۔ مگر مبتلائے زکام و بخار تھا جواب کیونکر لکھتا۔ ذرا حالت پاؤں تو لکھوں۔

جناب اکبر سے مضمون کے لئے عرض کر دیا۔ مگر وہ خاموش ہو گئے
طالب خوردان کو لکھیں تو مناسب ہے۔ جناب اکبر کے پاس اسقدر
خطوط آتے ہیں اور مضامین مانگے جاتے ہیں کہ وہ اکتا گئے ہیں۔

حسن نظامی

---

۲۳ رجون ۱۵ء

ڈیر ڈاکٹر۔ بڑا قلق ہے کہ میں وعدہ کے موافق ٹھیک وقت پر تیار
نہوا اسکا۔ مسٹر مظہر الحق بیرسٹر آگئے تھے۔ یہاں آج کرا نچا تار اور خط ملا۔
افسوس کہ وقت نکل گیا۔

بہر حال بالندھر میں آپ کو دیکھنے آتا ہوں۔ چند گھڑیاں ٹھیروں گا۔
جیسا کہ آپ ٹھیرا کرتے ہیں۔ کل ۲۴ رجون کو یہاں سے چل کر ایک
رات دن انبالہ میں رہونگا۔ ۲۵ رکی رات کو روانہ ہو کر میل میں جالندھر
آؤنگا۔ اور گویا ۲۶ رکی صبح ۹ بجے آپکی دید شنید میسر آئے گی اور اسی شام
کو براہ بھٹنڈہ دہلی کو کوچ ہوگا۔

دعا گو

حسن نظامی

---

۱۷ اگست ۱۵ء

پیارے مفتوں!

دہلی آیا۔ مگر کیا خاک آیا۔ ہجوم اعدا میں آیا۔ گھر والوں نے یورش پر کمر باندھی ہے۔ حکام سے جا کر خبر نہیں کیا گیا کہا کہ وہ درپے آزار ہیں۔ ڈاک پر پولیس کا پہرہ ہے۔ کئی کئی روز میں خط ملتے ہیں۔ آپکا عید کارڈ بھی آج ۵ شوال کو ملا لفافہ چاک تھا۔

ہر صبح شام نئے خطرے کا انتظار رہتا ہے۔

ہر طرح اطمینان ہے۔ تم بھی بے فکر رہو سب مشکلیں آسان ہونگی۔

حور بانو عید کارڈ کی شکر گزار ہے اور میں تو اسکو چومتا ہوں کہ پیارے کی پیاری نشانی ہے۔

حسن نظامی

---

۱۸ اگست ۱۵ء

پیارے مفتوں!

بیرنگ خط پہنچا۔ یہ معلوم کرکے کمال فکر ہوا کہ شریر بے وفا نے شرارت کی۔ خدا تعالےٰ صحت عطا فرمائے۔

میں نے کل ایک خط ماشنہ بھیجا ہے۔ مگر آج خدا کے فضل سے یہ لکھتا ہوں

کہ وہ تفکرات دور ہو گئے۔ اب ڈاک آزاد ہے۔ روزانہ خیریت نامہ لکھو ورنہ بے چینی رہے گی۔ والدہ صاحبہ کی خدمت میں آداب۔

حسن نظامی

---

۱۸ ستمبر ۱۵ء

جو دم گزرے غنیمت ہے۔ آپ کے خط آتے ہیں دیکھتا ہوں۔ مگر جواب لکھنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ جی سرد ہو گیا ہے۔ پرسوں شملہ کا قصد ہے۔ شاید فایدہ ہو۔ سردار بخت آور سنگھ صاحب کو سلام۔

حسن نظامی

---

۲۸ ستمبر ۱۵ء

یہاں ہوں۔ میرے ولدار جسکو سیم لا اور شملہ کہتے ہیں۔ خط لکھ چکا ہوں فکر نہ کرو۔ اچھا ہوں۔ اور دس دن تک ٹھیرنا مانگتا ہوں۔ خدا ہو سے بخت آور سنگھ صاحب کو سلام۔ والدہ صاحبہ کو پرنام

دعاگو

حسن نظامی

۵ر اکتوبر ۱۵ء

پیارے منتوں!

آپ کے دو خط ملے میں جلسہ میں کیونکر شریک ہوسکتا ہوں شملہ پر آنے کی بمشکل اجازت دی گئی تھی تاہم میں کوشش کرکے اجازت حاصل کرلیتا مگر جلسہ عید کے ایام میں ہے اور ان ایام میں میرا جلسہ میں آنا بالکل ناممکن ہے ؏

اب کے بھی دن بہار کے یونہی گزر گئے

پڑھتا ہوں اور جلسہ نہ دیکھنے پر متاسف ہوں۔ خدا پھر کوئی موسم لائیگا اور اس شاندار اجتماع سے دل مسرور کرونگا۔

دعاگو حسن نظامی

ماتا کو پرنام۔ سردار بخت آور سنگھ صاحب کو سلام۔

۱۰ر اکتوبر ۱۵ء

سردار صاحب!

تسلیم۔ لکھ چکا ہوں کہ ہجوم افکار اسیری میں کسی صورت جلسہ میں شریک نہیں ہوسکتا۔

حسن نظامی

۱۰ اکتوبر ۱۵ء

ڈیر مفتوں! دو خط ملے۔ ہاں حساب سے معلوم ہوا کہ عید بعد ہے اور جلسہ پہلے۔ مگر وقت بہت قریب ہے۔ مجھے گھر کے مہمانوں کی بھی خبر لینی ہے۔ جو حیدرآباد اور رنگون سے آئے ہوئے پڑے ہیں۔ اسکے علاوہ وہی عذر جسکا اشارہ کر چکا ہوں مانع قوی ہے۔

جی ہاں انہوں میری شان بڑھی ہے۔ اردلی نہ ہو تو بات ہی کیا ہے۔

میر نیرنگ اور مضموں۔ توبہ کیجئے۔ وہ نظام المشائخ کے صدہا تقاضوں پر اور میری سفارشوں پر تو ایک حرف لکھتے نہیں بھلا کہ نانک نمبر کے لئے کچھ لکھیں۔ تاہم میرے حوالے سے آپ ان کو لکھ دیکھئے شاید جواب بھی نہ آئے۔

میں آج شام کو چھ بجے شملہ سے چل کر کل صبح دہلی پہنچونگا۔ والسلام

دعاگو۔ حسن نظامی

---

۲۲ دسمبر ۱۵ء

مفتون جانم!

میرا دل تم ہی میں تھا۔ مگر خط نہ لکھنے کی بے شمار وجوہات باعث تھیں۔ ایک بڑی یہ کہ پھر جی کچھ خراب ہو گیا ہے۔

مضمون نہ لکھا گیا۔ نہ وہ کتاب پڑہی گئی جو آپ نے بھیجی تھی۔

اس دفعہ تو مجکو معافی دو۔

میرا رپوچیل نشین ہوگیا۔ اس نے اور جان کو ہلکان کر رکھا ہے

میری کتابیں تو آپ کے پاس موجود ہیں پھر یہ کس کے واسطے وی پی مانگتے ہو۔ لائبریری کے لئے درکار ہیں یا اپنے لئے۔ اپنے واسطے مقصود ہیں تو وی پی کی ضرورت نہیں ہے بھیجدی جائینگی۔ سردار بخت آور سنگہ صاحب کو سلام۔ آجتک ظاہری سلام تھا اسلئے لفافہ کے اوپر لکھا جاتا تھا اب ان کا درجہ بڑھایا جاتا ہے اور خط کے اندر جگہ دی جاتی ہے۔

تحصیلدار صاحب اگر ہوں تو ان کو بھی سلام مسنون۔

دعاگو حسن نظامی

---

۵ جنوری ۱۹۱۶ء

دل جان مفتون تو باشد!

ماننے کی ہوا کا بلاوا قابل قبول ہے۔ مگر پرسوں نئی دنیا کی سیر شروع ہوئی ہے۔ یعنے ایک عقد کیا ہے۔

انتخاب نظام المشائخ اور کلیات اکبر حصہ اول تو روانہ ہو سکتے تھے

غلطی سے رہ گئے۔ مگر مجموعہ مضامین میرٹھ میں وہوم دہام سے چھپ رہا ہے۔ کلیات اکبر حصہ دوم ختم ہوگیا دوبارہ چھپ رہا ہے۔

چٹکیاں کیالوں جسم ہی غائب ہیں۔ سب کو لڑائی نے کھینچ لیا تقاضوں سے مجبور ہو کر کچھ لکھ دیتا ہوں۔

الحمد للہ اب صحت درست ہے۔ البتہ کام کی زیادتی کے قابل نہیں ہے۔

دعاگو حسن نظامی

سردار بخت آور سنگھ صاحب کو سلام۔

۹ر فروری سنہ ۱۹۱۶ء

ڈیر مفتوں!

اجمیر شریف گیا ہوا تھا اسلئے خطوط کے جواب نہ دے سکا۔ مہاراجہ صاحب آجکل وہیں ہیں۔ شاید دہلی بھی آئیں۔

حضرت بابا نانک صاحب کی لائف لکھنا میری سعادت ہے جن حضرات کے آپ نے نام لکھے ہیں اُن سب سے مدد دینے کا وعدہ لیجئے میں بھی اپنے ضروری کاموں سے فراغت حاصل کرکے ادہر متوجہ ہوجاؤنگا۔ کام ایسا ایسا آسان نہیں ہے کہ ایک مہینہ میں ہوجائے میں

لکھونگا تو ایسی لکھونگا کہ اُردو ادب میں بے نظیر چیز ہوا ور یہ بغیر ایک سال لکھے ناممکن ہے۔ ہفتہ میں ایک دن پورے خلوص کا اسکو دونگا۔ بھاگ دوڑ کا لکھنا کیا مزا دے گا۔

میں نے عقد کر لیا اب دیکھئے آپ کب اسیر ہوتے ہیں۔

دعاگو حسن نظامی

---

۳ اپریل ۱۹۱۶ء

میرے پردیسی۔ خدا ریگستان سے جلد واپس لائے خط ملا محبت کی خوشبو پہنچی۔ جی بشاش ہوا۔ جلسوں میں نہ بلاؤ۔ خود آؤ۔ مکھڑا دکھاؤ۔ کہ آنکھیں تم کو مانگتی ہیں۔

جی خراب رہتا ہے۔ کہتے ہیں جگر خراب ہے۔ ڈاکٹر نے مرچیں بند کر دی ہیں۔ کھانے کا مزا رہا سہا بھی جاتا رہا۔

دعاگو حسن نظامی

---

۱۳ اپریل ۱۶ء

میرے سیلانی مسافر!

خط آیا۔ کیا بتاؤں جگر کا حال۔ اچھا ہے۔ بیوی کے کھسرہ نکلی تھی۔

حور جو اب حُر بن گئی ہے۔ بیمار تھی۔ میری آنکھیں دکھتی تھیں۔
اب سب کو آرام ہے۔ اجمیر شریف جاتا ہوں۔ عرس کے بعد آؤنگا۔ ہوسکے تو وہاں آؤ۔
میر نثار احمد صاحب متولی درگاہ کے ہاں ٹھیروں گا۔ تین دن بعد یہاں سے روانگی ہوگی اور وہاں آٹھ دن قیام۔

حسن نظامی

---

۸ ستمبر ۱۹۱۶ء

ارے دیوانی! مردانہ ہو کر ایسی ہراس کی بات۔ سُن لے بچے گرو کا بالکا مرے نہ مارا جائے۔ گرو پر نظر رکھ۔ کیسا اپریشن۔ کیسا خوف۔ خدا فضل رکھیگا اور بال بیکا نہ ہوگا۔ اس کا خطرہ پاس بھی نہ آنے دینا۔
مگر یہ نہ لکھا مرض کیا ہے۔ مجھ سے مخفی رکھنے کی کیا ضرورت۔
ماما کو خبر دیدو۔ ہوسکے تو پاس بلالو۔ اس بے خبری سے کیا حاصل۔
ہم سب دعائیں کرینگے اور زور کے ساتھ تم کو مرنے سے بچائینگے اگرچہ زور سے تو لوگ مارا کرتے ہیں۔ گرو کا خالصہ زندہ باد۔ کتابیں روانہ کردی ہیں۔

حسن نظامی

۱۴ ستمبر ۱۹۱۶ء

میینی میینی تھینکس۔ فار گاڈ۔ کہ آپ کو اپریشن سے بچالیا۔

سردار شہید کا اشتیاق ہوگیا۔

سردار امر کو وہ جو انکے لایق ہے پہنچائے۔

حسن نظامی

---

۱۸ دسمبر ۱۶ء

مفتون من!

چالیس دن کے چلہ کے سبب خط نہ لکھ سکا۔ فرصت کم تھی آج رات کو اس اکیلے مکان کی قید سے باہر نکلوں گا۔

خالصہ اخبار کو مضمون بھیجا ہے۔ بعنوان "منم خالصہ" آپ خالصہ اخبار لائل گزٹ اور سب سکھ اخباروں میں اعلان شایع کرا دیجیے کہ میں بابا نانک صاحب اور تمام گرو صاحبان کی لائف لکھنے کو تیار ہوں۔ جو صاحب اس کام میں قلمی مدد دے سکتے ہوں وہ مجھ سے خط و کتابت کریں تاکہ میں اپنے ذہن کے منصوبہ اور خاکہ سے ان کو آگاہ کردوں۔ کیونکہ میں نہایت اہتمام سے اسکو لکھنا چاہتا ہوں۔ تاکہ اردو زبان کی ہر خوبی سے لبریز ہو۔ جنوری سے میں اسی کام میں مصروف ہوجاؤں گا۔

لہذا اعلان جلدی کر دیجئے۔

دعاگو حسن نظامی

جناب سید مرتضیٰ صاحب لکھنوی

سلام علیکم! نامہ گرامی نے قلب مطمئن کو ہوائے ایمان پہنچائی دشمنان اہل بیت کی ارواح خبیثہ یورش کرتی ہیں تو میں بھی بھوت اتارنے والوں میں پیدا ہوا ہوں۔

سنی ہوں سنی رہونگا۔ مگر تا دم مرگ دشمنان اہل بیت کو اپنے دامن سنیت کے قریب نہ آنے دونگا۔

دل تنگ تو جب ہوں کہ معاویہ کو تلوار لئے زندہ دیکھوں وہ خاک بسر ہیں اور تیغ روحانی بنی فاطمہ رض کے ہاتھ میں ہے۔ تو دل تنگی کیوں ہو۔ ارض اللہ واسعہ۔ رزق اللہ واسعہ۔ حرس اللہ قائمہ۔ سیف اللہ ساطعہ۔ فکیف یکون عبداللہ ملوما مدحورا۔

آپ غالباً شیعہ ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب آپ سید ہیں تو شیعہ سنی سے الگ ہیں۔ کہ دونوں آپ کے گھر کے گدائی ہیں۔ والسلام

حسن نظامی

مریدوں کے نام

غلام نظام الدین قریشی پریمی زبان گجراتی کے مشہور انشاپرداز مصنف کتب کثیر ساکن احمد آباد گجرات کے نام

از سکندر آباد دکن ۲۰ شعبان ۱۳۱۳ھ

دیکھنا ہو دکن سے اس سبزہ زار کو۔ ایک چمن ہے بڑا النبا صحن ہے صبح کے وقت جانور چہچہاتے ہیں۔ غمگین دل کو ستاتے ہیں۔ دن بھر انگریز گاڑیوں موٹروں میں سودا خریدنے آتے ہیں۔ یہ دکان سب سے بڑی ہے۔ اسکے مالک موسیٰ ہیں اسلئے یہ گھر طور خانہ ہے۔ سب گھر والے داخل سلسلہ ہیں۔ ہر طرح کی خدمتیں انجام دیتے ہیں۔

مجکو آئے ہوئے آج پورے دس دن ہوگئے۔ اکثر اوقات مہاراجہ خود ملنے آتے ہیں کبھی میں جاتا ہوں۔ اسکے علاوہ صبح سے لیکر آدھی رات تک ہجوم خلائق رہتا ہے کب لکھوں۔ واحدی صاحب کے خطیب کو کیا دوں کھانا بہت ہے مگر سونا کم۔ چاندی کا بھائی سونا نہیں۔ پلنگ کا سونا سمجھا میرے پڑھو۔

حسن نظامی کتابیں فروخت کرکے پیٹ پالتا ہے اسکو مریدوں کے ہاتھ خدا نے نہیں ڈالا پھر وہ کسی کی کیا پروا کرے گا۔ ناحق حسد کیا جاتا ہے اپنی اپنی قسمت ہے۔ مصرعہ

بن مانگے موتی ملیں۔ مانگے ملے نہ بھیک

احمد آباد کیا جاؤں جی میں آتا ہے سیدھی راہ گھر کی دیکھوں۔ وہاں اگرچہ بہت سی آنکھیں دیکھنے اور بہت سے دل ملنے کے قابل ہیں مگر وہ نہیں جس کے دم سے احمد آباد آباد ہوا تھا۔ شاید بمبئی سے الٹا پھروں تو دو سانس وہاں بھی لے لوں۔

محمد زماں برما کا خدا اسے کراس وقت آئے کہ اپنے سچے خدا کے حکم سے دکن میں تھا۔ تاہم سب اشیاء مل گئیں۔

تم کہتے ہو چار میل سے خط نہیں ملے۔ میں نے تو چلتے وقت تم کو خط لکھا تھا کیا وہ بھی محتسب کے ہاتھوں غارت ہوا۔

محمود بھائی میاں پیارے نے اپنے تحفہ کی رسید خطیب میں پائی یا نہیں بغیر ایک آنہ کے ٹکٹ کے لینی منظور نہ ہو تو وہ بھی بھیجدوں۔ خط بالفعل یہیں بھیجو جہاں ہونگا مل جائے گا۔ اتنا کہہ کر رخصت مانگتا ہوں کہ آج رمضان کی چاند رات ہے۔ رات کے دس بجے ہیں اس ماہ کا سب سے پہلا خط اپنے ماہ کو بھیجتا ہوں۔

۱۱ر شوال ۱۳۳۱ھ

دہلی

میرے فکر مند پیارے ۔ خط پہنچا ۔ میں روز ارادہ کرتا تھا کہ خط لکھوں مگر اس قدر افکار میں مبتلا تھا کہ آج تک اطمینان میسر نہ آتا تھا ۔ اور ضرورت تھی اطمینان کی کہ تم کو آئندہ طرز عمل کے بارہ میں رائے دیتا ۔

عید کے موقع پر اور اسکے بعد میری ڈاک پولس کے قبضہ میں تھی ۔ دشمنوں نے جو گھر میں ہیں حکام کو بدظن کر دیا تھا ۔ مگر جب ڈاک دیکھی گئی اور کوئی چیز قابل اعتراض نہ ملی تو وہ صاف ہو گئے اور چیف کمشنر صاحب نے خاص حکم سے اس خلجان کو دور کرا دیا ۔

اب عرس کی تیاریاں ہیں ۔ مگر پر سال اب کا عرس بالکل روکھا معلوم ہوتا ہے ۔ کہیں سے کسی کے آنے کی توقع نہیں معلوم ہوتی ۔ اور میں خوش ہوں کہ کوئی نہ آئے کیونکہ جب منیجر نہیں ہے تو دفتر کس کام کا ۔

از درگاہ شریف دہلی ۳۱ر مارچ ۱۹۱۵ء

پرموجانی ۔ بہت لمبا ۔ بہت بھدا ۔ بہت پیارا خط پہنچا ۔ میں پرسوں تم کو مفصل خط لکھ چکا ہوں ۔ اچھا ہے حقدار کو بلالو ۔ تمہارا خط جناب اکبر کو پرسوں دکھلاؤں گا ۔ وہ خوش ہونگے ۔ تین اپریل کو لکھنو میں مسٹر جیمس میسٹن نے ملاقات مقرر کی ہے ۔ کل وہاں جا رہا ہوں ۔ اسی ہفتہ میں واپس آجاؤنگا ۔ جتنے لمبے لمبے

خط لکھ سکو مجھ پر احسان ہوگا کہ تمہارے ہاتھوں کے چھاپے الگ تفصیل سے دیکھنے چاہتا ہوں - اور ان کی دید پر مرتا ہوں - احمد آباد کے پریس سے بے فکر رہو حسنی شاہ کو برابر اسکے لئے لکھ رہا ہوں - زنگوں کے پیر بھائیوں کو سلام کہنا میرا پیار قبول کرو ان آنکھوں کو آئینہ میں دیکھو جو پہلے اوروں کی تھیں اور اب میری -



۱۶ / مئی ۱۵ء دہلی

میرے پربھو !

یاد نہیں ہیں کیا پریشان تھا جس کا تم نے آج کے دو خطوں میں ذکر کیا بھائی مجھے تکلیف اور خوشی کا صرف وقت پر احساس ہوتا ہے - پھر بھول جاتا ہوں - یہ خدا کا شکر ہے -

آج تار بھی آیا - جواب تار میں دینا بے فائدہ ہے - تم کو فکر رہے تو اچھا ہے - فکرمند آدمی کامیاب رہتا ہے - حور بانو اب بالکل اچھی ہیں - بخار جاتا رہا چیف کمشنر صاحب صوبہ دہلی سے پرسوں ملاقات ہوئی تھی تازہ تفکرات کی صفائی ہوگئی - اب صرف گرمی کا فکر باقی ہے - یا یہ کہ حور بانو کی خالہ کی صاحبزادی بھی کچھ علیل ہیں - مگر ابھی غلام رسول خبر لایا کہ وہ بھی اچھی ہیں گرم ہوا کے جھکڑ چل رہے ہیں - میاں طاہر (بیرۂ آزاد دہلوی) صبح نماز کے وقت

آپ نے تھے مضامین کی اصلاح لے کر دوپہر کو گئے۔ ہر چند سمجھایا۔ لُو لگ جائے گی۔ مر جائے گا۔ بیمار کیا جائے گا۔ مجھکو رونا پڑے گا۔ یہ سنکر کہا خدا کرے میرے سوا آپ کے سامنے کوئی نہ مرے تاکہ آپ کے آنسو بھی میرے لئے مخصوص رہیں۔

طاہر گئے میں نے کمرے کو بند کیا۔ اندھیرے میں لیٹا ہوں۔ پسینے چلے آتے ہیں۔ جلیہ نے کہا پنکھا جھلوں۔ میں نے کہا نہیں۔ تصور کا مزا خاموشی میں ہے پنکھا حرج ڈالے گا۔ تمہارے خط کو کئی بار پڑھا۔ آخر لکھنے بیٹھ گیا۔

وہ کہتے ہیں کچھ ڈر نہیں مگر میں اس کچھ ڈر کو نہیں مانتا۔ ان کی تو یہ عادت ٹھیری اور میری چڑ۔

تم کو بھی خوب جانتا ہوں حسن پرستی اور چیز ہے۔ مگر یہ بازاری عورتوں کا چکر بُرا ہوتا ہے۔ اس سے بچنا۔ کہ ہر تباہی کی بنیاد اس میں ہے۔ اگر میں نے سُنا کہ تم وہاں رنگون میں زنان بازار کے ہاں جاتے ہو تو زبردستی منع کر دونگا۔ رنگون کی آزاد عشق بازی کے جو حالات تم نے لکھے ہیں ان سے میں مطمئن ہوا چونکہ ملک میں اتنی آزادی ہے وہاں بگڑنے کا اندیشہ کم ہے کیونکہ زیادہ روک ٹوک بگاڑتی ہے اسی واسطے میں لوگوں کو روکتا نہیں اشاروں میں کہدیتا ہوں۔ اور یہی ہمارے بزرگوں کا دستور تھا۔

اس خط کو اپنے طرز عمل کے لئے شاہراہ بنانا۔ کہ تمہاری اچھی زندگی سے

میری روح کو بالیدگی ہوتی ہے۔ اور اس کے خلاف ہو تو صدمہ۔

---

۲۳ رمئی ۱۹۱۵ء دہلی

میرے خرچوپر پو۔

خط ملا۔ تصویریں ملیں۔ ایک چور نے لی۔ ایک استانی نے۔ ایک میں نے۔ اپنا کٹا ہوا سر لوگوں کے سینے پر لگا ہوا دیکھتا ہوں تو بڑا لطف آتا ہے۔

---

۲ رجون ۱۹۱۵ء دہلی

پرمو جانم!

آج دو خط ملے۔ تمہارے روپے خرچ میں لگ گئے تھے۔ مگر پھر خدا نے اور بھیج دیے۔ دوبارہ نہ بھیجو۔ الماریاں بن جائیں گی۔ دام ہیں جوتے اور برساتی کی مجھے ضرورت نہ تھی۔ پیمانہ کیوں بھیجا۔

ہاں تم نے سچ لکھا کہ اب تم طوائف گردی میں پاکباز ہو۔ مگر بدگمان دل کا کیا علاج۔ اور بدگمانی ہمیشہ محبت میں ہوا کرتی ہے۔ میرا دل ہر وقت تمہاری نقل و حرکت میں رہتا ہے۔

وہ صاحب اپنی عادت سے لاچار ہیں۔ الزام ان پر بھی نہیں لگا سکتا۔ مگر فقیر کے لئے آوارہ عورت کی صحبت سم قاتل ہے۔

تم میرے مرید نہیں ہوئے میں تمہارا مرید ہوا ہوں۔ اپنے پیر کو غیروں سے بچانا میرا فرض ہے۔

میرے پردیسی تو کیا جانے میں تجھکو کتنا یاد کرتا ہوں۔ تیرے لئے کیسے کیسے خیالی پلاؤ پکاتا ہوں۔ اور جب تیری فرماں برداری کا پریم پتر ملتا ہے تو کیسا باغ باغ ہوتا ہوں۔

کچھ سنا جناب فلاں نے میری کتابیں چرائیں جس زمانہ میں فقیر ہوکر آئے اور میرے پاس رہے تھے۔ دو سو اسی روپے کی کتابیں تو کل دہلی میں دستیاب (گرفتار) ہوگئیں باقی کا پتہ نہیں۔ زمانہ میں بھی کیسے عجیب عجیب تجربے ہوتے ہیں۔

---

۱۱ جون ۱۵ء دہلی

میرے کلو!

خط آیا سیٹھ محمود کا خط بھی آیا تھا۔ وہ ہر وقت مجھے یاد رہتے ہیں۔ حور بانو پر دوبارہ ہیضہ نے حملہ کیا مگر خدا نے بچا لیا۔ اب وہ بالکل اچھی ہے۔

منشی ممتاز حسن بھی مبتلا ہوئے تھے۔ حالت خطرناک تھی میں نے ہی انکو قے کرائی۔ میں ہی بیت الخلا لے گیا۔ اور جب حالت غیر ہوئی تو میں ہی دواحلق میں ٹپکاتا رہا۔ لوگ کہتے تھے کہ اپنی جان بچاؤ۔ میں نے کہا اپنی ہی جان

بچا رہا ہوں۔

نہ تو غیری نہ من غیرم

خدا نے فضل کیا منشی جی بھی بچ گئے۔ آج تین دن بعد ان کو کھچڑی ملی ہے۔

کالرے کی شکایت زیادہ تھی اب کم ہے۔

خدا نے ایک گھوڑا دیا ہے۔ گھانس تین ماہ پہلے مل گئی تھی۔ حیران تھا گھانس کیا کروں اب سمجھا کہ گھوڑے کا رزق پیشگی تھا۔ دانہ بھی ابتک تو مل جاتا ہے۔ اب گاڑی کا انتظار ہے۔ سب کو سلام۔

---

۳۰ جون ۱۵ء دہلی

باز عاشق شدم و دل بجوانے دادم

پر موراگو کہ بیا بد مبارک بادی

پست قد بلند خیال گجراتی کو بعد ترسیل یک کھچڑی شبراتی کے معلوم ہو کہ آج تین خطوط کا اکٹھا جواب لکھنا چاہتا ہوں۔ سیٹھ محمود کے ایک تحفہ کی رسید آج کے اخبار میں غالباً شائع ہوگی۔ یہ رسید ہے۔ مگر اُردو لٹریچر میں سب سے نئی چیز ہے۔ ایک محمود ایک دیوان سنگھ خطاب یافتہ مفتوں شاہ۔ دونوں کی رسید دی ہے۔

رمضان آگیا۔ روزے قضا کرنے کے لیے سفر کا بہانہ تلاش کرتا ہوں۔ تم بھی عجب چالاک پیر کے مرید ہوئے ہو۔ نہ نماز کا ٹھیک ہے نہ روزے کا۔

محمود صاحب مجکو پچیس روپے چار آنہ کیسے دیتے ہیں میں اس کو قبول نہیں کر سکتا جب تک وجہ معلوم نہ ہو۔ دس روپے چار آنہ لنگر کے لئے لے لوں گا۔ باقی سب امانت ہیں۔

تم تینوں کے بخار کا حال سنکر جی باغ باغ ہوا۔ خار اس کا ہے کہیں کبے سے آگے بڑھ کر خار تک نہ پہنچا۔

محمود کورٹ میں مشغول اور میں ان میں۔ یہ بھی شان خدا ہے۔

حفیظ الدین سیٹھ محمود اینڈ برادرز کو سلام کہنا اور تم میری طرف سے اپنا کان ضرور ٹلینا۔ اسکی شاباشی پیشگی ارسال ہے۔

۲۹ر جولائی ۱۵ء بمبئی

میرے پٹ بیجنے۔ اینڈ میلینڈ ملک!

سکندرآباد کا خط ملا تھا اسکے بعد بمبئی میں دو خط آئے۔ دکن کے بست روزہ سفر میں دو حرف لکھنے دشوار تھے۔ اب ذرا اطمینان ملا ہے مگر دیکھتا ہوں تو چاروں طرف خطوط ہی خطوط نظر آتے ہیں اس واسطے مختصر لکھتا ہوں۔

بھیا احسان نے تصویر کے بارہ میں جو کچھ لکھا ہے یہ ان کی مولویت کی شدت ہے۔ ورنہ نصف تصویر کا فتویٰ ہو چکا ہے۔ کیا بُرا ہے یہ فقرہ شبیہہ شہ سہی۔

میرا قصد تھا کہ احمد آباد نہ جاؤں۔ کہ تمہارے دم سے احمد آباد آباد تھا۔ مگر قریشی شاہ نے غازی شاہ کے معاملات کا حال لکھا ہے جس کے لیے مجھکو جانا لازمی نظر آتا ہے۔ اس واسطے آج ارادہ کر دیا۔ اب خط مجھکو احمد آباد بھیجنا۔ میں وہاں الوداع تک ٹھیروں گا۔

بے شک تم کو اپنے روپے کے حساب لینے کا حق ہے۔ میں خوش ہوا کہ تم نے ایک مسلمان کی طرح لکھا۔ گھر جاؤں گا تو کوڑی کوڑی کا حساب دوں گا۔

کیوں صاحب یہ ہمارے یوسف بھائی اینڈ میاں کس کورٹ میں ہیں ان کا ذکر اب خط میں کیوں نہیں ہوتا۔ دونوں بھائیوں کو میرا سلام کہنا۔ اب کے سترھویں بھی سونی رہتی نظر آتی ہے۔

---

۷ ستمبر ۱۵ء دہلی

پرمو پیارے! دل کے دُلارے!!

سلام۔ تمہارے خط برابر ملتے رہے۔ مگر میں پہلے تو عرس کے انتظام

ہیں اور پھر تکان کے سبب خط نہیں لکھ سکا۔ اسکے علاوہ خانگی مخالفوں کی بدولت چند روز میری ڈاک پر سنسر مقرر ہو گیا تھا جو بعد میں چیف کمشنر صاحب نے خاص حکم کے ذریعہ اٹھا دیا۔

عرس میں تمہاری یاد ہر زبان پر تھی۔ میں نے ایک مصرع تار میں بھیجا تھا تم بن محفل سونی ہے۔ وہ تار رومن میں ہونے کے سبب کلکتہ میں رک گیا اور مجھ سے تیسرے روز اسکے معنی دریافت کئے گئے۔ خبر نہیں تم کو ملا یا نہیں۔

احمد آباد و سورت سے کوئی صاحب نہیں آئے۔ حیدر آباد سے دو قافلے آئے تھے۔ جن میں کچھ لوگ چلہ بھر قیام کرینگے وقت پر تمہارے روپے مل گئے۔ بہت ضرورت خرچ کی تھی۔ خیال کرتا تھا کہ اس قحط سالی میں لنگر کیونکر ہو گا مگر خدا نے سب کام عمدگی سے کرا دیئے۔

پیارے محمود کے روپے بھی جو میرے پاس باقی تھے۔ لنگر میں لگا دیئے اس عرصہ میں میں نے کسی کو خط نہیں لکھا سیکڑوں خطوط کے پشتارے لگ گئے ہیں۔

محمود کی دید کا بار بار خیال آتا ہے۔ مگر نومبر میں آنا مشکل ہے شاید دسمبر میں آسکوں۔ ذوقی شاہ عرس پر واپس آئے اور اب میرے ہی پاس ہیں۔ عرفانی میرٹھ کالج میں داخل ہو گئے۔ آہ تمہاری پیر بہن عرفانی کی

ہمشیرہ فرخ بانو پرسوں چل بسیں۔ خطیب میں ان کا مرثیہ پڑھو گے تو مجھ سے ماتم پرسی کرنا کہ میرا جی آج سخت قلق میں ہے۔

یہ منے مشوروں کا خط تم کو بھیج دیا تھا۔ پہنچا ہو گا۔ عبدالغفار صاحب باوجود وعدے کے نہیں آئے۔ جس کا مجھے رنج بھی ہے اور خوشی بھی۔ خوشی اسکی کہ وہ ہوتے تو تم بہت یاد آتے۔ اچھا ہوا کہ وہ نہ آئے۔ وقت کم ہے۔ اس پر ختم۔

---

۲۲ ستمبر ۱۹۵۸ء شملہ

پرمو جانم!

دہلی میں خط ملا تھا۔ مگر جواب لکھنے سے پہلے شملہ آنا پڑا۔ تمہارے خط کا جواب پھر دوں گا۔ اس وقت تو یہ رسید ہے میرے شملہ پر ہونے کی۔

پیارے قاسم بھائی میاں کی تصویر اور کتاب مل گئی۔ میں تو ان کو ہمراہ لیتا آیا ہوں تاکہ شملہ کی برف سے ان کی مونچھیں سفید ہو جائیں۔ اور دل کی وہ گرمی جو چہرہ پر نظر آتی ہے ذرا قرار پکڑے۔

---

۱۲ اکتوبر ۱۹۵۸ء شملہ

ہر یا لے پرمو! حفیظ الدین دہلی پہنچ گئے۔ دستی خط ڈاک میں رات کو ملا

مخلصی شاہ کو آج خط لکھدیا۔ کہ عورتوں کی دعوت کی بہت اچھی تجویز ہے مگر کھانا صرف ایک وقت کا ہونا چاہیے۔ فرخ بیگم کی نیاز بھی اسی میں ہو جائے کیونکہ وہ خواجگان کی لونڈی تھی۔ ان سے الگ نہ تھی۔

میرے عقد کی خوشی کی کچھ ضرورت نہیں۔ اسکے علاوہ ابھی اس کی کوئی تاریخ لازمی مقرر نہیں ہوئی۔ ذی الحجہ میں ہونا ضروری ہے۔ غالباً آخری ماہ میں ہوگا۔

تمہاری لنگی کا کچھ شکریہ نہیں۔ عبدالغنی بنو بھائی کے تولیہ کا البتہ شکریہ اور دعا اسکا معاوضہ۔

اگر دفتر کا حرج نہ ہو اور آسانی سے چھٹکارا مل سکے تو محرم میں ماما ورضرور جاؤ اس بہانہ سے ہم بھی تمہارا کالا مکھڑا دیکھ لیں گے۔ میری صحت کو یہاں کے قیام سے فائدہ ہے۔ مگر کام بہت کرنا پڑتا ہے۔ لکھنا پڑھنا چھوٹ جائے ایسی کوئی جگہ نہیں۔ اسپر ہجوم خلائق کا طرہ الگ۔

پرسوں رات کو بڑی بے چینی تھی۔ اس میں شملہ کی دیبی ماتا پر کچھ لکھا اور تمہارے نام اسکو ڈیڈیکیٹ کیا، راکتوبر میں چھپ جائیگا۔

۳۰ر نومبر ۱۹۱۵ء

بزمانۂ اسیری جیل دہلی جو سیاسی شبہ کے سبب آٹھ مہینے قائم رہی

عزیزم! خط پہنچا۔ خیریت معلوم کر کے خوشی ہوئی حکام جیل قابل شکرگزاری ہیں کہ انہوں نے تم کو خیریت لکھنے کی اجازت دی۔

میرا بخار اب جاتا رہا۔ روپیہ عبدالقادر صاحب سے لیلوں گا۔ ابھی مجکو ضرورت نہیں ہے۔ روئی کے کپڑے انہوں نے بنوائے تھے۔ مگر ابھی تیار نہیں ہوئے آج پھر میں نے آدمی بھیجا ہے بن گئے ہونگے تو کل تم کو بھیجدونگا۔

مجکو تمہاری چاء اور ناشتہ کا فکر رہتا ہے مگر میں اتنی دور ہوں کہ اسکا کچھ انتظام نہیں کر سکتا۔ ناشتہ کے لیے چار پیسے کلچے روزانہ بھیجدیتا ہوں۔

ابتک تو میں نے خدا سے دعا نہیں کی تھی۔ کل جب دل کی بیقراری حد سے بڑھی تو لاچار میں نے خدا سے مانگا کہ تمہاری بے گناہی پر رحم کرے اور تم کو نجات دے۔ وہ تو اسکی راہ دیکھا کرتا ہے کہ میں اس سے مانگوں لہذا امید ہے کہ تم بہت جلد رہائی پاؤ گے۔

۱۲ر صفر ۱۳۴۲ھ دہلی

پرموپیارے۔ ۹ر صفر کا کارڈ آج ۱۲ کو ملا۔ اسباب پرسوں غوثی کی معرفت آگیا۔ وہ کچھ کپڑے اور رضائی لے گئے ہیں۔

تم مایوس نہ ہو میں قانونی کوشش سے غفلت نہ کرونگا۔ نہ ابتک کی ہے حکام دہلی ہماری کوشش کے بغیر بھی بے انصافی نہیں کریں گے۔ ان کو

رنگون کے مفصل کاغذات کا ابتک انتظار ہے۔ جب ان کو یہ تحقیق ہو جائیگا کہ تم دوسرے شخص کے دہوکے میں اسیر ہو اور تمہارا ذاتی کچھ قصور نہیں ہے تو وہ تم کو ضرور رہائی دیں گے۔

تم فقیر کے دیکھنے والے ہو تو قید سے غمگین کیوں ہوتے ہو۔ یہ خیال نہیں کرتے کہ خود تمہاری روح جسم میں قید ہے اور جو خدا کی عبادت سے آزاد ہوتی ہے اس وقت کو غنیمت جانو اور خوب نماز پڑہو۔ قرآن شریف یاد کرو۔ سورہ یوسف سورہ مزمل۔ سورہ یٰسین شریف۔ سورہ واقعہ۔ سورہ تبارک الذی حفظ کرلو۔

ڈپٹی نذیر احمد کا قرآن شریف ترجمہ والا تمہارے پاس ہو تو اسکی فہرست دیکھکر حکمت وفلسفہ کی آیات چھانٹ کر حفظ کرو۔ یہ تم کو آیندہ رہائی کے زمانے میں بہت مفید ہونگی۔

کھانے کا کچھ خیال نہ کرو۔ جو کچھ میسر آئے گا پہلے تمہیں کھلاؤں گا پیچھے آپ۔ فروٹ اور مٹھائی بھی آیندہ کھانے کے ساتھ تم کو بھیجا کرونگا۔ میرے سوا یہاں سب گھر والے بلکہ سب درگاہ والے تمہارے لئے دعا مانگتے ہیں۔ حور بانو نے تو سیکڑوں منتیں مانی ہیں۔ ایک منت بڑی ہنسی کی مانی ہے جسکا نام بی بی ترت پھرت کی پڑیہ ہے۔ یعنی تم کو جلدی اور ترت پہرت رہائی ملے۔ وہ خود اور گھر میں کوئی روٹی نہیں کھاتا جب تک تم کو کھانا روانہ نہیں کر لیتے۔

جس دن اسباب آیا ہے میں نے تم کو خواب میں دیکھا کہ تم میرے پاس آئے ہو

صبح تمہارا اسباب آیا۔ اب خداوہ دن کرے کہ خود تم بھی رہا ہو کر مجھ سے ملنے آؤ۔ خدا پر توکل رکھو اسکے سوا کوئی کسیکا نہیں۔

---

۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ دہلی

پرمو پیارے۔ شاد رہو۔ خدا تم پر مہربان رہے۔

بے شک پچھلے ہفتہ میں خط نہ لکھ سکا۔ اور تم کو انتظار رہا جس کا مجھے از حد قلق ہے۔ مگر خط نہ لکھ سکنے کی ایسی وجوہات تھیں جنکا بیان کرنا تم کو رنج میں ڈالنا ہوگا۔ خیر آیندہ جس طرح ممکن ہوگا برابر تم کو خط لکھتا رہونگا۔

کھانا مجھ پر دو بھر نہیں ہے۔ تم ناحق اس کا فکر کرتے ہو۔ جب تک حکام دہلی اسکی اجازت دینگے میں کھانا بند نہیں کرونگا۔ اور ابتک انہوں نے مجھکو کھانا بھیجنے سے منع نہیں کیا ہے۔ میں حاکم وقت کے حکم کی تعمیل کو ہر وقت تیار ہوں۔ اگر وہ مجھکو کھانا دینے سے روکیں گے تو میں تم کو باول ناخواستہ خدا کے سپرد کر کے کھانا بند کر دونگا۔ اور جب یہ نہیں تو اور کوئی وجہ کھانا بند کرنے کی نہیں ہو سکتی۔ مجھکو کچھ تکلیف نہیں ہے۔ نہ میرے گھر والے اسکو تکلیف سمجھتے ہیں۔ بلکہ ان کی عین خوشی ہے کہ جس طرح ممکن ہو تمہاری خدمت کریں۔

پیارے صبر کو اپنا شیوہ بناؤ۔ اور خدا کی مرضی کے آگے سر تسلیم خم رکھو

وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ جو چاہے گا کرے گا۔ کسی کو دم مارنے کی گنجائش نہیں۔

احمد آباد سے کے خط سے معلوم ہوا ہے کہ وہاں کے مجسٹریٹ نے تمہارے اہل و عیال کی تحقیقات کی ہے۔ غالباً تمہاری درخواست امداد کا نتیجہ نکلے گا اور حکام ان کا وظیفہ مقرر کر دیں گے۔ رضا میاں کو خط بھیج دیا ہے۔

عرس شریف قریب آیا۔ دیکھئے محبوب پاک اپنے پیاروں کو بلاتے ہیں یا ترستا رکھتے ہیں۔ ہم تو ہر حال میں ان کی مرضی کے ساتھ ہیں۔

اخبار خطیب کی اجازت لے لو اس میں میرے مضمون بھی دیکھا کرنا۔ مفصل خط لکھنے کا میں نے وعدہ کیا تھا۔ مگر تفصیل کیا بیان کروں۔ قدرت نے ہر چیز کو مجمل کر دیا ہے۔ اور میں قدرت الٰہی کے منشا کے خلاف کچھ نہیں لکھ سکتا۔ لکھنا یہی کیا تھا یہی کہ تمہاری تکلیف کی وجہ سے دل کو اسقدر تکلیف ہے کہ اسکے بیان کو بڑے تفصیلی دفتر درکار ہیں مگر خدا چاہتا ہے کہ ہم دردِ دل ظاہر نہ کریں اور ساکت ہو کر صبر کرلیں۔

حور بانو اور میری اہلیہ تم کو سلام کہتی ہیں۔ اور جن جن کو تم نے سلام لکھوایا تھا وہ بھی سلام کہتے ہیں اور تمہاری رہائی کی دعائیں مانگتے ہیں۔

۷؍اپریل ۱۹۱۶ء دہلی

عزیزم اسلام علیکم! خط مورخہ ۳؍اپریل آج ملا خیریت معلوم کرکے اطمینان ہوا خاصکر یہ پڑھ کے کہ غذا تم کو اچھی ملتی ہے۔ کیونکہ جس دن گھر میں خبر آئی کہ کھانا صاحب نے واپس کر دیا تو سب عورتیں رونے لگیں اور قیدیوں کی بری خوراک کا جو چرچہ عام لوگوں میں ہے اسکے خیال سے وہ غمگین ہوئیں۔ مگر آج کے خط سے اطمینان ہوا۔

سترہویں کے بعد میں نے تم کو ایک خط لکھا تھا پھر نہیں لکھا۔ اور نہ لکھنے کی وجہ یہ تھی کہ میں نے سنا تھا کہ تم نے برہما میں سازش کا کوئی جرم کیا تھا۔ چونکہ میں شریعت کی رو سے اس کا پابند ہوں کہ کسی باغی یا مجرم سے تعلق نہ رکھوں کیونکہ مذہب اسلام نے بغاوت اور اپنے بادشاہ کی نافرمانی کو منع کیا ہے اس واسطے میں نے تم کو خط لکھنا چھوڑ دیا تھا اور خیال تھا کہ کبھی نہ لکھونگا۔ مگر تمہارے آج کے خط سے معلوم ہوا کہ پولس ابتک تفتیش کر رہی ہے تو مجھے خیال ہوا کہ میں نے جو کچھ سنا تھا وہ محض افواہ تھی اور اسکی کچھ اصلیت نہ تھی۔ اس سے مجھے خوشی ہوئی اور میں نے تمکو یہ خط لکھا۔

میری دلی خواہش ہے کہ تمہاری بے گناہی ثابت ہوجائے اور تم بری ہوجاؤ۔ لیکن اگر تم نے واقعی کوئی گناہ سرکار کا کیا ہے تو میں تم سے بیزار ہوں۔ اور میرا تمہارا کچھ تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ تم نے اس خاندان کا جس میں

تم میرے مرید ہو حکم نہ مانا۔ اور وہ حکم یہ ہے کہ زمین میں فساد نہ پھیلاؤ اور امن قائم رکھو۔

اگرچہ تم کو سات برس سے جانتا ہوں اس عرصہ میں مینے کوئی بات تم میں باغیانہ نہیں پائی اسی بنا پر مینے حکام سے تمہاری سفارش کی تھی مگر جب یہ سنا کہ تم نے برہما رنگون کے قیام میں کوئی سازش کی تھی تو مجھے از حد برا معلوم ہوا۔ اور مینے فیصلہ کر لیا کہ اب میں تم سے بے تعلق ہو جاؤں گا۔ بس یہ وجہ خط نہ لکھنے کی تھی۔ اور اب بھی اگر پولس کو ثابت ہو جائے کہ تم مجرم ہو تو مجھ سے یہ توقع نہ رکھنا کہ میں تمہارا ہمدرد رہونگا۔ کیونکہ خدا رسول نے مجھے ایسی ہمدردی سے منع کیا ہے۔

تم یہ دعا رات دن میں ایک ہزار بار پڑھ لیا کرو عجب چیز ہے۔

رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا۔

تمہارا اسباب وصول ہو گیا۔ تالیف خطوط نویسی حصہ دوم۔ عطر وغیرہ مجھے یاد ہے۔ عنقریب بھیجونگا۔ تیل اور شربت بھی اطمینان رکھو۔

اخبار زمیندار بند ہو گیا۔ اور خطیب کو پندرہ روزہ کر دیا گیا ہے۔

حور بانو کو کالرہ ہو گیا تھا۔ اب اچھی ہے۔ لیلی کی آنکھیں دکھتی تھیں اب وہ بھی اچھی ہیں۔ اور دونوں سلام کہتی ہیں۔

ذوقی شاہ کی ٹانگ میں زخم ہے دو ماہ سے دہلی میں علاج کرا رہے

ہیں۔ کل آئے تھے۔ سلام کہدونگا۔ عرفانی سلام کہتے ہیں۔

میں جس حال میں ہوں خدا کا شکر ہے۔ گرمی سخت ہوتی جاتی ہے

نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔

۲۰ر اپریل ۱۹۱۶ء
دہلی

عزیزم پریمی! بسلامت رہو! خط آیا۔ میری آنکھیں دکھ رہی ہیں

اسلئے جواب نہ دے سکا۔ اب بھی نظر صاف نہیں ہوئی۔

سب مجھے اطمینان ہوا اور تمہاری قسم سے یقین آیا کہ واقعی تم بے گناہ ہو۔

حسب ذیل اشیا عنقریب روانہ کرونگا۔

تیل کی شیشی۔ شربت کی بوتل۔ مچھر بھاگنے کی دوا۔ سفید رومال۔

پنکھا۔ اتالیق حصہ دوم۔ اسوہ حسنہ اپریل۔ نظام المشائخ۔ ترجمہ کیمیائے سعادت

بھیجونگا۔ تم بال ضرور بڑھاؤ۔

تمہارے خواب یعنی زیارت آنحضرتؐ کی تعبیر صاف ہے کہ رہائی نصیب ہوگی

اور آئندہ زندگی فارغ البال اور عروج کی گزرے گی کیونکہ لنگڑی شاہ کے

بالاخانہ پر زیارت ہوئی ہے۔ لنگڑی سے مراد رزق واسع ہے۔ اور بالاخانہ

سے عروج۔

حور بانو سلام اور لیسلائے دعا کہتی ہیں۔ اور سب لوگ نام بنام پوچھتے ہیں

۱۱ مئی ۱۹۱۶ء دہلی

عزیزم سلام علیکم!

خط ملا مضمون پڑھ کر تعجب ہوا۔ میں تم کو عطر کی شیشی روانہ کر چکا ہوں کیا تم کو وہ نہیں ملی؟

خیر آج جلّو کے ہاتھ پھر اگر کی بتیاں۔ عطر کی شیشی اور پنکھا روانہ کیا ہے شربت کی بوتل بھی منگائی ہے۔ مل گئی تو جلو جیل پر دے آئے گی۔

لیلیٰ کے چیچک نکل آئی تھی۔ وہ تو اچھی ہیں۔ مگر جو ربانو کے آج نکلنی شروع ہے۔

اجمیر شریف سے پرسوں واپس آیا۔ وہاں بھی تمہارے واسطے دعا کی اور یہاں بھی دعا کرتا ہوں۔

احیاء العلوم کی جو جلدیں تمہارے پاس ہیں ان میں روزہ کی بابت پورا بیان درج ہے اسکو پڑھو۔

پاس انفاس کا شغل بہت ضروری ہے اسکو ناغہ نہ کرنا۔

تیرہویں۔ چودہویں۔ پندرہویں۔ تاریخ کے روزے بہت مفید ہیں ان کو ایام بیض کہتے ہیں۔ اس سے تمہاری روح میں روشنی پیدا ہوگی۔

آٹھویں دن کھانا بھیجوں گا تسلی رکھو۔

۹ر جون ۱۹۱۶ء
دکن

پیارے۔ رہائی کی خبر سے خوشی ہوئی۔ میں احمد آباد نہیں جاؤں گا۔ صرف بمبئی کا ارادہ ہے۔ یہ البتہ ممکن ہے کہ بمبئی سے دہلی جاتے وقت احمد آباد لائن سے جاؤں۔ اور تم سب لوگ اسٹیشن پر مل لو۔ یہاں تمہارے سب پیر بھائی تم کو سلام کہتے ہیں اور دعا کرتے ہیں۔

۲۵ر اکتوبر ۱۹۱۶ء
دہلی

پرمو جانم!

سلام خط بلکہ خطوط ملے۔ میں اپنے بخار کی سال گرہ منا رہا تھا۔ اب کے ویسا سخت بیمار تو نہیں ہوا تاہم ہوا۔ یہی وجہ خط نہ لکھنے کی ہوئی۔

کل حور بانو کا نکاح ہے۔ جہاں نسبت ٹھیری تھی۔ وہ لڑکا بہت چھوٹا تھا۔ اپنے خاندان میں ایک دوسرا لڑکا لائق و ہونہار ہے۔ استحکام کے لئے اس سے نکاح کر دیا جائیگا۔ وداع پھر دو سال بعد۔

نکاح میں کسی قسم کا تکلف نہیں ہوگا۔ اور بلاوا کسی کا نہیں گیا۔ آج بات قرار پائی اور کل نکاح ہے۔

ذوقی شاہ صاحب کو بھی بخار کے سبب خط نہ لکھ سکا اب اچھا ہوں۔

۱۴ر شوال ۱۳۲۳ھ

دہلی

پرمو! آج صبح کی ڈاک میں تمہارے اور حسنی شاہ کے چار خط ملے۔ مگر مجھے تو کل ہی یہ خبر مل گئی تھی اور میں نے تعزیت کا تار بھی علی میاں کو کل بھیج دیا تھا۔ لنگڑی شاہ کا واقعہ درحقیقت ایسا واقعہ ہے کہ میں باوجود انکار غم غمگین ہوا۔ حور بانو نے سنا تو ایک دفعہ ہی ہے ہے انہیں کیا ہو گیا تھا بول اٹھی۔ کمرے میں ان کی تصویر کو اسی وقت دیکھا گیا۔ لوگ جمع تھے۔ سب نے افسوس کیا۔

ایک زمانہ تھا پرمی جیل میں تھا اور میں دونوں وقت اس کی تصویر کمرے میں جا کر دیکھتا تھا۔ اور سب آنے والوں کو دکھایا کرتا تھا۔ اس زمانے میں عجب بے قراری دل کو تھی۔ اب وہ چھوٹ گیا تو مجھے پرمی کا خیال بھی نہیں آتا۔

یہی حال لنگڑی شاہ کا ہے۔ کل سے خبر نہیں کتنی بار ان کی تصویر دیکھی گئی ہے۔ اور کتنی دفعہ ان کا ذکر آیا ہے۔ دو دفعہ کے یا شاید ایک ہی دفعہ کے سفر میں انہوں نے یہاں والوں کو بھی اپنا گرویدہ کر لیا تھا سب کرٹے مرنے لگے جب انہوں نے یہ سنا۔

احمد آباد درحقیقت ایک عجیب شہر ہے۔ درگاہ کے سنگین دلوں پر کسی کا اثر ہوا تو احمد آباد والوں کا ہوا۔ پرمی بے کے لئے کم سے کم دس بارہ

عورتوں نے شکرانہ کے روزے رکھے۔ نیازیں دلوائیں۔ نفل پڑھے
لنگری شاہ سے باہر کے لوگ واقف ہیں یا حور کے ذریعہ ہمارے گھروالے
مگر صدمہ سبکو ایسا ہوا گویا ان کے عزیز کا واقعہ ہوا ہے۔

خدا کی شان کل مجھے یہ خبر ملی۔ اور کل ہی چار کیس ہیضہ کے یہاں ہوئے
ہر جگہ سے میری بلاوٹ تھی کہ دم کرجاؤ۔ تعویذ بھیجدیئے۔ پانی بھیجدیا۔ سب
اچھے ہیں۔ ضائع کوئی نہیں ہوا۔ ابتک الحمدللہ۔

میری عادت غم بڑھانے کی نہیں ہے۔ تم علی میاں اور ان کے
گھروالوں کو میری طرف سے تسلی دینا اور کہنا کہ عمر تو ان کی مرنے کی تھی۔ مگر
خوشی ہے کہ شہادت نصیب ہوئی۔

مستورات کو بھی تشفی دینا۔ سب پیر بھائیوں کا فرض ہے کہ علی میاں
اور ان کے گھروالوں سے ایسی ہمدردی کریں جیسی کہ میرے ساتھ وہ کرتے
کیونکہ لنگری شاہ کو میں اپنا بڑا سمجھتا تھا۔ گو وہ اپنی محبت سے مجکو بزرگ
خیال کرتے تھے۔

زیادہ خیال اس کا ہے کہ علی میاں کو جو بے فکری تھی اس میں خلل
آئے گا اور گھر کا بوجھ ان پر پڑے گا۔ مگر ایک دن ایسے افکار سب کو پیش
آیا کرتے ہیں۔

دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالے آئندہ سارے احمد آباد اور میرے احباب

کو محفوظ رکھے۔

بنام سردار خان صاحب نظامی جنکو حسنی شاہ خطاب دیا گیا تھا۔ ساکن احمد آباد گجرات

حسنی شاہ پیارے!

خط پہنچا اللہ تعالے لے ساتھ خیر کے آپ کی اہلیہ صاحبہ کو فرزند نرینہ عطا فرمائے لڑکا ہو تو دیدار خان نام رکھنا۔ اور لڑکی ہو تو شاہ بانو۔

پرمی اگر نظامیہ پریس میں نہیں ہیں تو کچھ حرج نہیں۔ میں تم کو بھی پرمی سمجھتا ہوں۔ پریس کا ایسا کام کرنا کہ لفظ نظامیہ کی لاج رہے جیجی شاہ کی خیریت قربتی شاہ کے ذریعہ بھجوانا۔ والسلام۔

---

۷ رشوال ۱۳۴۳ھ — دہلی

پیارے حسنی!

دو روپیہ عید کے پہنچے۔ حور بانو کو صرف اطلاع دیدی۔ وہ فقیر آدمی روپے کیا کرے گی۔ ناپاک دنیا کو ہاتھ نہیں لگاتی یہ چیز تو میرے مطلب کی ہے۔

---

۱۰ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ دہلی

اوہو سردار خان! تم دن دہاڑے ایسے خواب دیکھنے لگے۔ بھائی!! چپکے رہو یہ وقت ان خوابوں کے دیکھنے کا ہے مگر کہنے کا نہیں۔ پانچ روز سے بیمار ہوں بخار کے ہاتھوں لاچار ہوں۔ ایک بندہ اور بے شمار بخار۔ روٹی کا بخار۔ بیٹی کا بخار۔ دین کا بخار۔ دنیا کا بخار۔ اور تم سب گھر والوں کا بخار۔ اور طرح طرح کے بخار۔ اُس پہ نزلہ کا بخار بھی۔ سی۔ آئی۔ ڈی کم ہے؟ کسے تو تمہیں بتاؤ میرا جی اس سے بیزار ہو یا نہو۔ میڈیکل اسکول کی طرف جانا ہو تو میرے پیارے ڈاکٹر کا کان مروڑ دینا اور پریمی پیارا ملے تو اسکو منہ چڑا دینا۔ باقی اللہ اللہ خیر صلاح۔ دعا سلام لکھوانے کی نہ حالت۔ نہ طاقت نہ فرصت۔ ہاں علی میاں سے سلام کہدینا اور اُن کی معرفت اس چپراسی سے جو قبرستان کا ممبر ہے۔

---

۸ جنوری سنہ ۱۹۱۶ء دہلی

حسنی پیارے!

پریمی کا خط ملفوف ہے۔ تم رضا شاہ سے بھی مشورہ کرلو۔ پریمی نے ایک ساہ کا لکھا ہے۔ کیونکہ ان کو رہائی کی امید ہے۔ مگر کل مجھ سے حکام دہلی نے صاف صاف کہدیا کہ ان کو رہائی نہیں مل سکتی۔ اب سب کوششیں

بیکار ہیں۔ صرف یہ بات باقی ہے کہ نظر بندی جیل میں نہ رہے بلکہ احمد آباد یا دہلی کے کسی ایسے مقام میں ہو جو جیل سے باہر ہو۔

یہ اطلاع میں پریمی کو دینی مناسب نہیں جانتا۔ کیونکہ ان کی دل شکنی ہوگی۔ تن بتقدیر۔ صبر کرکے اب جیل سے باہر لانے کی فکر کرنی ہے اور پریمی کے اہل و عیال کا گزارہ مانگنا ہے۔

میرے خیال میں اگر پریس کا خرچ آمدنی سے زیادہ ہو اور پریمی کی بتائی ہوئی باتوں سے آمدنی کی توقع نہ ہو تو رضا شاہ سے مشورہ کرکے پریس بند کردو خدا کوئی بہتر وقت لائے گا۔ اس وقت پھر جاری کردینا۔

پریمی کے گھر والوں کو اس مایوسی کی اطلاع نہ ہو تو اچھا ہے۔ غریب بیقرار ہو جائیں گے۔

کہدینا کہ خرچ کی ضرورت ہو تو بے تکلف مجکو لکھیں میں اپنی حیثیت کے موافق ہر خدمت کو حاضر ہوں۔

۲۶ر صفر کو میرا عقد ہوگیا۔ مگر عقد کیا ہوا۔ اسکا حال نہ سنو۔ سب کو پریمی کا غم تھا۔ کوئی خوشی کی رسم نہ ہوئی کسیکو مدعو نہیں کیا گیا حتیٰ کہ واحدی صاحب اور برادری کی مستورات کو بھی نہ بلایا۔ ایک گھنٹہ میں نکاح و وداع سب کچھ ہوگیا۔ حور بانو بھی میرے پاس باہر کے زنانہ مکان میں آگئی ہیں۔

---

۱۹ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۲ھ — دہلی

عزیزم حسنی شاہ!

سلام علیکم! - اجمیر شریف گیا ہوا تھا اس وجہ سے خط کے جواب میں دیر ہوئی۔

میں نے نظامیہ پریس کے مسئلہ کو بہت سوچا۔ آخر یہ رائے سمجھ میں آئی کہ ڈپو کو قائم رکھنا چاہئے تاکہ کتابیں نکلتی رہیں اور فہرست چھپوا لینی ضروری ہے کیونکہ اسی پر کتابوں کی بکری منحصر ہے اور پریس کو بند کر دیا جائے پریس کا رہا ہونا لڑائی تک تو نظر آتا نہیں۔ پھر کیوں خرچ کی زیادتی کو قائم رکھو!

ڈپو کے انتظام اور کتابوں کی فروخت کے لئے بدستور کام جاری رہے۔ صرف پریس بند کر دو۔ پہلے مجکو یہ بتاؤ۔ کہ پریس کا خرچ کتنا ہے۔ یہ خرچ تفصیل وار بتاؤ کہ کس کس مد میں کتنا کتنا خرچ ہوتا ہے۔ کتابوں کی فہرست بھی بھیجو۔ جس سے معلوم ہو کہ تمہارے پاس اسٹاک میں کتنی کتابیں موجود ہیں۔ یہ فہرست قلمی لکھکر بھیجو اور ان کی تعداد موجودہ اور قیمت بھی بتاؤ۔ یہ سب باتیں معلوم کر کے میں تم کو آخری رائے لکھونگا۔

مصارف کی تفصیل میں سب ملازموں کی تنخواہیں بھی لکھنا۔ اور آمدنی کی اوسط بھی بتانا۔

بلکہ بہتر تو یہ ہوگا کہ علی میاں صاحب قریشی شاہ یا کسی اور معتبر شخص کے پریس سپرد کر کے تم دو چار دن کے لیے دہلی آجاؤ۔ عرس میں بھی شرکت ہوجائے گی اور یہ سب معاملے بھی طے ہوجائیں گے۔ پریمی سے بھی مل لینا۔ زبانی بات چیت اور ہے۔ لکھنا اور ہے۔

دیکھو اگر ڈپو اور پریس میں اتنی گنجائش نہیں ہے جو تمہارا خرچ سفر دہلی پورا کرسکے تو یہ صرفہ میں ادا کردونگا۔ اسکا فکر نہ کرو۔

اور اگر تمہارا آنا انتظام پریس اور ڈپو کے لیے مضر ہو تو خیر لکھکر بھیجدو۔ لنگری شاہ سے کہنا کہ آلات جر ثقیل لگادیے ہیں یا آب کھینچے یا آلہ کو کھینچا

یکم مارچ ۱۹۱۶ء دہلی

پیارے حسنی!

سلام علیکم۔ تمہارے دونوں خط میں نے بہت غور سے دیکھے جن میں پریس کی حالت درج تھی اور کتابوں کی فہرست بھی تھی۔ میری رائے اسکو دیکھکر یہ ہوتی ہے کہ چند روز پریس کو اور جاری رکھو مگر اسی طرح جس طرح تم نے لکھا ہے یعنے تخفیف کردو۔ بڑا پریس بند کردو۔ زیادہ عملہ کو رضا دیدو۔ مختصر عملہ اور ایک چھوٹا پریس باقی رکھو تاکہ نظامیہ نام جاری رہے۔ بیبن بو کی تنخواہ جاری رہنی چاہیے۔ میں رضا میاں کو لکھوں گا۔ انھو نے

مجکو بھی لکھا تھا کہ یہ تنخواہ بند کرنی چاہیئے مگر میری رائے میں مرحوم کی وصیت کے موافق ہمکو کام کرنا ضروری ہے۔ پانچ روپے کچھ چیز نہیں ہیں۔ خدا خزانۂ غیب سے برکت دیگا۔ لہذا ان کو ماہوار برابر دیئے جاؤ۔

الحمد للہ میری نسبت جو خطرے پیدا ہوئے تھے دور ہو گئے اب کچھ اندیشہ نہیں ہے۔

حسین اچھی طرح ہے۔ میرے پاس مقیم ہے۔ اس نے درخواست پریمی سے ملنے کی دی ہے جواب آجائے اور ملاقات ہو جائے تو روانہ کر دونگا۔

لنگڑی شاہ کا فکر فضول ہے۔ کسی کا نام درج نہیں ہے اور سرکار کے ہاں اندھیر نہیں ہے کہ ہر ایک آدمی کو پکڑ لے۔ پریمی کا معاملہ بھی یوں ہوا کہ رنگون میں کوئی پارٹی ان کے خلاف تھی۔ اسکی شرارت سے سرکار کو شبہ ہوا اور انکو بے گناہ تکلیف اٹھانی پڑی۔

پریمی کے لئے ان کے گھر سے درخواست ہونی چاہیے کہ ان کی نظر بندی جیل سے باہر احمد آباد یا کسی اور مقام پر ہو۔ اگر کلکٹر صاحب احمد آباد اسکو منظور کرلیں تو حکام دہلی کو کچھ عذر نہ ہوگا۔ وہاں اسکی کوشش کراؤ۔

پریمی کے گھر میں سب کو دعا کہنا۔

۱۴؍مارچ ۱۹۱۶ء
دہلی

حسنی پیارے!

سلام علیکم۔ حسین آئے ہیں۔ افسوس ان کو پریمی سے ملنے کی اجازت نہ ملی۔ اس سے یہ بہت غمگین ہیں۔ یہاں بہت بے قراری سے روتے تھے۔ میں نے سمجھایا تسلی دی تم بھی دلاسا دیتے رہنا تقدیر کے آگے کسی کا زور نہیں چلتا۔

مجھے یقین ہے کہ پریمی بہت جلد رہا ہونگے کیونکہ امتحان کی حد ختم ہو گئی۔ میری طرف سے پریمی کے گھر جا کر سب عورتوں کو دعا کہنا اور تسلی رکھنے کی نصیحت کرنا۔ یہ مصیبت کا وقت جلد ہی ختم ہو جائیگا۔

۲۱؍مارچ ۱۹۱۶ء
دہلی

حسنی پیارے!

سلام علیکم۔ ماسٹر کی رائے مناسب ہے۔ زیادہ زور دینے کا موقع نہیں ہے اسکا نتیجہ خراب ہوگا۔ صبر اور خدا کی عدالت میں اپیل کرو۔ وہ انصاف کرے گا اور مصیبت دور ہوگی۔ ہمارے پاس جب ایسی بڑی طاقت وار عدالت موجود ہے تو در در کی ٹھوکریں کیوں کھائیں سب کو سلام۔

حسنی جی سردار بھائی چھاپ خانا والے!

دو ٹوکرے میٹھے آموں کے پہنچے۔ جو ایک ٹوکرے دو۔ شکریہ کہ میرے کھانے کی بھی اجازت تھی۔ مگر میں نے جو بالوکو بالفعل صرف دو آم دیئے ہیں۔ اور بڑا حصہ بستی میں تقسیم کردیا۔

باقی جب اور پختہ ہوجائینگے تو ہم سب مل کر کھائیں گے۔

میں ان آموں کا خاص شکریہ ادا کرتا اگر یہ جانتا کہ تم شکریہ سے خوش ہوگے۔ بس یہ کہتا ہوں۔ بہت دل جلے تھے۔ برف میں دبانے کے بعد بھی ان کے دل کی گرمی نہ گئی اور اسی ادا نے مجھکو مسرور کیا کہ تمہارے آم بھی سینہ گرم ہیں۔ سب بھائیوں کو سلام۔

دہلی

۱۰ اپریل ۱۹۱۴ء

عزیزم محمد اشرف نظامی! السلام علیکم!!

تمہارے دو خط پہنچے۔ دوسرے خط میں جو تم نے اپنے خوابوں اور مشاہدات کا ذکر کیا ان سے جی خوش ہوا۔ مگر بھائی ہمارا طریقہ اسرار کو چھپانے کا ہے فقیر دریاؤں اور سمندروں کے پینے کے بعد بھی یہ ظاہر نہیں ہونے دیتا

کہ اسکی پیاس بجھ گئی ہے۔ اس واسطے تم کو چاہئے کہ جو کچھ مشاہدے
ہوں ان کو دل میں رکھو اور رات دن اپنی ترقی کی کوشش کئے جاؤ۔
ایک دروازہ کو مضبوط پکڑ لو یہیں سے سب کچھ مل جائیگا۔ میں جانتا ہوں
کہ تم ہونہار ہو اور اللہ تعالے تم سے بڑے بڑے کام لیگا۔ مگر بڑا کام
کرنے والا ہمیشہ ایک دھن میں رہتا ہے۔ اپنی طاقت کو پراگندہ اور
تقسیم نہیں ہونے دیتا۔ ہر مسلمان خادم کعبہ ہے اسکے کہنے کی کوئی
ضرورت نہیں۔ تم کو چاہئے کہ خالی وقت میں اتمام کائنات کے اور اپنی
ذات کے اوپر غور کیا کرو میں زیادہ نہیں لکھ سکتا۔ ہاں جب فرصت ہو
دہلی آؤ کیونکہ میں بھی تم سے ملنے کا مشتاق ہوں۔

---

۲۴ رجمادی الاول ۱۳۳۰ھ ہجری دہلی

اشرف تم! سلامت باشید!! آج میں تم کو خط لکھنے ہی کو تھا کہ پوسٹمین
نے ڈاک لاکر دی سب سے اوپر تمہارا خط تھا۔ اس کو پڑھا۔ اور جناب اکبر
الہ آبادی کو جو آجکل میرے پاس حلقہ میں مقیم ہیں سنایا۔
بھائی میں نے جو تم کو وہ خط لکھا تھا درحقیقت اپنی ڈیوٹی ادا کی تھی۔ کیونکہ میرا
فرض ہے کہ اپنے سلسلہ والوں کو ان کے سلوک اور طریقت میں روکتا
ٹوکتا رہوں۔ تمہارا یہ بہت اچھا خیال ہے کہ جو لوگ خدمت دین میں عملی

حصہ لیتے ہیں ان کی قدردانی کرنی چاہیئے۔ مگر انسان منزل پر جب ہی پہنچتا ہے کہ ایک راستہ مضبوط پکڑ لے۔ خدا تک پہنچنے کے صدہا راستے ہیں۔ ہر طرف بھٹکنے والا راہ بھول جاتا ہے۔ تم نے جس کا ہاتھ پکڑا ہے گو وہ بطور خود کچھ نہیں ہے لیکن اس کا خاندان اور طریقہ بہت بڑا ہے بیشمار آدمی اس سلسلہ کے ذریعہ مقام مقصود تک پہنچے ہیں۔ اس واسطے تم کو چاہیئے کہ دنیا میں جو چیز اچھی نظر آئے اسکی تعریف کرکے فوراً اپنے خاندان کی جانب متوجہ ہو جاؤ اور سمجھو کہ ہمارے ہاں بھی کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔

آج میں نے تم کو اشرف یعنی میرے اشرف کے لفظ سے مخاطب کیا ہے۔ یہ خواہ مخواہ نہیں ہے۔ تم میں کچھ مشاہدہ کرکے لکھا ہے۔ لیکن تمہیں چاہیئے کہ اپنے ارادے بلند رکھو اور آخر تک یہی سمجھتے رہو کہ ابھی تم کو کچھ حاصل نہیں ہوا اور اس سے زیادہ حاصل کرنا چاہیئے۔ منزل سلوک کی کامیابی انجان رہنے میں ہے۔ یعنے جو یہ خیال کرنے لگے کہ مجھے کچھ آتا ہے یا آگیا وہ محروم رہ جاتا ہے اور جو ہمیشہ یہ سمجھتا ہے کہ مجھے کچھ نہیں آتا اسلئے سیکھنا اور حاصل کرنا چاہیئے اسکو بہت کچھ آجاتا ہے۔

دین زعم میں نہیں ہے دین والے زعم میں ہیں اور اپنے اعمال کے سبب زعم میں ہیں۔ لوگوں کو اعمال درست کرنے کی نصیحت کرو۔ مگر مقدم اپنے نفس کی اصلاح ہے۔ اس میں ہر وقت مصروف رہو۔

آج سے تم کو چاہیے کہ فرصت کا ایک گھنٹہ نکال کر کسی تخلیہ کے مقام میں خاموش بیٹھا کرو اور خدا کی قدرت کا تصور کیا کرو۔ اس تصور کے وقت خواہ کیسا ہی کام پیش آئے کسی سے بات نہ کرو۔

روزانہ زندگی میں بھی چاہیئے کہ بحث مباحثہ میں دخل نہ دو۔ ہر بات کو سوچ سمجھ کے زبان سے نکالو اور اپنے خاندان چشتیہ نظامیہ کی معلومات حاصل کرتے رہو۔ تم سے دین رنگون برما میں خدا کو بہت سے کام لینے ہیں۔ مجھے آجکل فرصت کم ہے۔ جب فرصت ملے گی تم کو مفصل خط لکھتا رہوں گا۔

بھائی کپڑہ کی ضرورت نہیں۔ مجھے تمہاری محبت چاہیئے۔ سردی میں تمہاری بانات کا کوٹ پہنا۔ کمبل اوڑھا۔ سوزنی بچھائی۔ لوگوں نے رشک کیا کہ اوروں سے تحفے لینے دوسروں کو بانٹ دیئے اور تمہارے ہوئے خود استعمال کئے۔

بہرحال اب اور کپڑے کی ضرورت نہیں ہے تم اور کچھ نہ بھیجنا فقط اپنے حالات بھیجنا تاکہ تم کو وہ بتا سکوں جسکا بتانا میری ڈیوٹی ہے روپے ابتک نہیں آئے شاید کل آئیں۔ رسید بھیجدونگا۔ مکان بن رہا ہے کام پڑا ہے۔ اور میری عادت مانگنے کی نہیں ہے ورنہ ابتک روپیہ کا ڈھیر لگ جاتا۔ بہرحال خدا کا کام ہے وہی پورا کرنے والا ہے۔

یکم رجب ۱۳۳۲ھ

دہلی

عزیز محمد اشرف کشفی شاہ!

السلام علیکم۔ خط پہنچا۔ میں تم کو کشفی شاہ کا لقب دیتا ہوں۔ جو مکاشفے تم نے لکھے ہیں وہ سب سچے ہیں۔ مگر ابھی ان کو مخفی رکھو اور وقت خاص کا انتظار کرو۔

سید شیر شاہ نظامی کی بیعت سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں قبول کرتا ہوں۔ شجرہ ارسال ہے۔

دہلی میں گرمی زیادہ ہے اسلئے اجمیر شریف نہ جا سکا۔ ظاہر پرستوں کو میلوں مجمعوں میں جانا ضروری ہے۔ نگاہ والا گھر بیٹھے سب کچھ دیکھتا ہے خدا نظر عنایت فرمائے۔

---

۱۲ ستمبر ۱۹۱۴ء

دہلی

پیارے کشفی شاہ! سلام علیکم!!

تمہارے بہت سے خط آئے ہیں تمہیں کیا بتاؤں کہ کیوں جواب نہ لکھ سکا خدا نے تم کو دل روشن دیا ہے خود دیکھ سکتے ہو کہ قدرت عزّ و جلّ مجھ سے کیا کیا کام لے رہی ہے۔ تم کہتے ہو کہ میں قلم کو حرکت دوں ایک دوسری طاقت آواز دیتی ہے کہ خاموشی کی آواز میں راستہ بتاؤ۔

رنگون میں جمے بیٹھے رہو۔ تمہاری وہاں بہت ضرورت ہے۔ ابر کرم ہو

سورج نکلے تو میں بھی وہاں آؤں گا اور اپنے پیارے کو سینے سے لگاؤں گا۔ دیکھو اشرف یہ کوچہ بہت نازک ہے جو نظر آئے اسکو ظاہر نہ کرے سمندروں کو پی جاوے اور تشنہ بارہ تاکہ قدرت تیرے واسطے اور سمندر پیدا کرے۔

عزیز حشمت سے بھی کئی خط آئے مگر اسکو بھی جواب نہ لکھ سکا۔ تم کو چاہئے کہ رنگون میں جتنے تمہارے پیر بھائی ہیں مہینے میں اُن کو ایک جگہ جمع کیا کرو۔ مناسب تو یہ ہے کہ حضرت محبوب الٰہیؒ کی سترہویں تاریخ کو فاتحہ دلادیا کرو اس تقریب سے سب جمع ہوجایا کریں گے۔

---

۲۴ ستمبر ۱۹۱۴ء دہلی

عزیزم کشفی شاہ!

تمہارے پچھلے خطوں میں حقہ کی نسبت ایک سوال تھا لیکن جس دن سے میں نے یہ پڑھا کہ تم کو حقہ پلانا پڑتا ہے۔ میں نے خود پینا شروع کردیا اس سے پہلے میں نہ پیتا تھا۔ جہاں تک ممکن ہو خدمت خلق بجالاؤ۔ حقہ کے متعلق میرا یہ فتویٰ نہیں ہے کہ وہ جائز ہے۔ مگر دوسروں کی مدارات کا ثواب بہت اعلیٰ ہے۔ (اب میں نے حقہ پینا چھوڑ دیا ہے ۱۹۱۷ء حسن نظامی)

---

۲۷ رشوال ۱۳۳۳ھ دہلی

عزیزم کشفی!

سلام علیکم۔ تمہارے بہت سے خطوط کے جواب کا مقروض ہوں۔ لیکن جب جسم خدا کے ہزاروں احسانوں کا قرضہ نہیں اتارتا تو روح تمہارا قرضہ جلدی کیوں ادا کرے۔

میں نے یہ فقرہ پڑھا کہ بابو ولی محمد صاحب کا دل خدا کی طرف مائل ہو جائے ان سے کہدینا کہ اگر میرے اختیار میں یہ ہوتا تو پہلے اپنے دل کو کرتا۔ میں تو کتابیں فروخت کرنے والا ایک دکاندار ہوں۔ ان کو چاہیئے کہ کسی اچھے اور لائق بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کریں۔

۱۹ر جنوری ۱۹۱۶ء دہلی

برادر روحانی! سلام علیکم!!

تمہارے کئی خط آئے جن سے خواب کی کیفیتیں معلوم ہوئیں۔ اور عزیز حشمت علی کا خواب بھی میں نے پڑھا۔

میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ اپنی باطنی ترقی کو مخفی رکھنا چاہیئے۔ کسی سے نہ کہو۔ اور مجھ سے اس حالت میں کہو جبکہ میرے سامنے آؤ۔ یہ خطوط سنسر آفس میں دیکھے گئے ہونگے۔ اس میں باطنی اسرار کا راز فاش ہوتا ہے۔

اور ہمارے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ فقیر کو منزل سلوک و روشنی حاصل نہیں ہوتی جب تک کہ وہ اپنے مشاہدات کو پوشیدہ نہ رکھے۔

دوسری جگہ ہے کفش بر سر کشف۔ یعنے کشف کے دعوی پر جوتی مارو پس اگر تم کو کچھ نظر آیا کرے تو اسکو چھپایا کرو اور خدا کے سامنے اور اسکے بندوں کے آگے خاکسار بنو۔ اور یہ سمجھو کہ یہ جو کچھ ہے سب اسکا فضل ہے۔

تمہارے خوابوں میں ایک بات قابل اعتراض ہے کہ تم حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ براق پر سوار ہوئے یہ بے ادبی کا خواب ہے۔ اگر ایسا نظر آیا تو توبہ کرو۔ تم سے کوئی غلطی ہوئی ہے۔ اس کی معافی مانگو۔ خدا سے۔

میرے پیارے فقیری کا کوچہ بڑا دشوار ہے۔ اس میں تم کو بڑی بڑی مشکلیں پیش آئیں گی۔ خلقت کی خدمت کرو۔ اور خاموشی اپنا شیوہ بناؤ۔

میں تم کو خلافت دونگا مگر اس وقت کہ تم کو بالکل اس قابل نہ دیکھ لوں محنت کئے جاؤ۔ اور جو وظائف بتائے ہیں ان پر عمل کرو۔ ابھی اسکا وقت نہیں آیا۔ ابھی بہت سے مقامات طے ہونے ہیں۔

عزیز محمد جمیل کی بیعت قبول ہے شجرہ روانہ کرتا ہوں۔ اسے اور بابو میراں بخش سے نماز کی تاکید کر دینا۔ نماز بہت ضروری چیز ہے۔

درویش خانے کی نسبت مارچ کا وعدہ معلوم ہوا۔ اچھا جب خدا تعالے
توفیق دے اس نیک کام میں مدد دینا۔

بزرگان برہما کے حالات لکھنے کا یہ وقت نہیں ہے ابھی تو تم اپنے حالات
کی درستی میں ہمہ تن مصروف رہو۔ یہ کام پھر کرنا ابھی نہیں۔

جو شخص تم سے دشمنی کرنی چاہتا ہے خدا کے فضل سے نامراد رہیگا۔ فکر نہ کرو۔

دوسرا شجرہ محمد اکرام نظامی کا اس خط میں ملفوف ہے۔

بابو ولی محمد صاحب کے کام کے لئے دعا کی گئی خدا نے چاہا تو ان کے منشار
کے موافق مطلب حاصل ہوگا۔

عزیزم شمس الدین نظامی کے والد کی علالت سے فکر ہوا حزب البحر
پانی پر دم کر کے پینے کو دو۔ اسی طرح جو بیمار آیا کرے اسکو یہ پانی پڑھ کر دیدیا کرو
کہ ہزار تعویذوں سے زیادہ اچھی اثر ہے۔

عائشہ بی بی اور محمد بی بی کو بھی حزب البحر کا پڑھا اور دم کیا ہوا پانی پلاؤ خدا
ذہانت دیگا۔ اور رونا کم کر دیگا۔

عزیزم حشمت علی نظامی عزیزم شمس الدین نظامی بابو ولی محمد نظامی۔
حاجی رسول بخش صاحب محمد جمیل نظامی محمد اکرام نظامی وغیرہ سب بھائیوں
کو سلام مسنون کہنا۔ میرا عقد ہو گیا۔ حور بانو اب میرے پاس باہر کے مکان
میں رہتی ہیں اور تم سب کو سلام کہتی ہیں۔

میری اس کڑوی تحریر سے خفا نہ ہونا بلکہ اس پر عمل کرنا کہ ہمیشہ کی ترقی نصیب ہو۔

---

۱۵ / مارچ سنہ ۱۹۱۶ء — دہلی

پیارے کشفی!

سلام۔ خط ملا۔ افسوس ہوا جو سخت الفاظ تم سے کہے گئے۔ ایک دفعہ ان پر اور صبر کر لو۔ اور تائید غیب کا انتظار کرو۔ فقیر تو سننے کو پیدا ہوا ہے اچھا بھی سنتا ہے۔ برا بھی سنتا ہے۔ یہ آواز غیر کی نہیں ہے پروا نہ کرو۔ اور پھر آزمائش کے آگے اپنے تئیں ڈال دو۔

دعائیں مسعود خوش ہوا۔ سب بھائیوں کو سلام۔ ہندو صاحب کو جو تلقین کی اس سے خوشی ہوئی۔

---

۱۳ / اپریل سنہ ۱۹۱۶ء — دہلی

عزیزم کشفی شاہ!

سلام علیکم! خط آیا۔ حال معلوم ہوا۔ خدا پرست ضبط کرتے ہیں صبر کرتے ہیں۔ کسی سے ناراض نہیں ہوتے۔ دوسروں کو راضی کرتے ہیں تم بھی سب کے آگے جھکو۔ سب کو خوش رکھو۔ کوئی ناراض ہو جائے تو خود اس کو منا لو۔

پیارے! فقیری میں نفس کو ملیامیٹ کرنا پڑتا ہے یہ آسان نہیں ہے۔

تمہاری اہلیہ کی صحت کے لئے دعا کی گئی اللہ انکو صحت دے۔

حور بانو کی انگوٹھی نہ بنواؤ اسکے پاس انگوٹھیاں ہیں سب سے ملاپ کرکے میرا جی خوش کرو۔ یہی انگوٹھی ہے جسپر مہر سلیمانی ہے۔ میرے کشفی خاک بن جا جب کچھ پاسکے گا۔

دہلی ۲۲ مئی ۱۹۱۶ء

میں اسکو بالکل نہیں سمجھا کہ تم نے نوکری چھوڑ دی ہے اور کام مفت کرتے ہو۔

گوشہ نشینی اور ترک تعلقات فقیر کو ضروری ہے مگر یہ وقت ایسا ہے کہ فقیر پر دنیا اور دین دونوں کے کام کا بوجھ ہونا چاہیئے۔ میری رائے میں تم تنخواہ ترک مت کرو۔ مگر کام کئے جاؤ۔

ابھی تو تم پر اور بہت سے بوجھ ڈالے جائیں گے۔ گھبراؤ نہیں مردوں کی طرح ہمت بلند رکھو۔

تم کو چاہیئے کہ اپنے سب پیر بھائیوں کی خاک پا بن جاؤ جو خدمت کرتا ہے وہی مخدوم بنتا ہے۔ ہم تو اپنے مریدوں کی جوتیاں تک

اٹھا لیتے ہیں۔ کیونکہ وہ راہ مولے کی طلب میں ہم تک آتے ہیں۔
پریمی کو خدا کے فضل سے نجات مل گئی۔ سب کو مبارک ہو۔ برادر
شمس الدین نظامی۔ میراں بخش نظامی۔ فضل محمد نظامی۔ محمد اکرام نظامی
مولا بخش نظامی۔ ولی محمد نظامی اور سب بھائیوں کو دعا سلام کہنا۔ حور بانو
سلام لکھواتی ہے اور خواجہ بانو دعا۔

۲۸ر رمضان ۱۳۴۱ھ دہلی

عزیزم کشفی شاہ!

سلام علیکم۔ آج کے خط سے حادثہ کی خبر معلوم ہوئی۔ تمہارا حافظ خدا ہے جو تم کو ہر ہلاکت ظاہری و باطنی سے بچائے گا جس نے تم کو اس حادثہ ریل سے بچایا وہی سب کا محافظ اور تمہارا نگران ہے اور رہیگا۔

۲۱ر شوال ۱۳۴۱ھ دہلی

عزیزم کشفی شاہ!

سلام علیکم! اٹھارہ شوال کو تمہارے حصہ کا فیصلہ ہوگیا۔ مبارک ہو کہ تم مجاز ہوگئے۔

خلافت نامہ مع تمام ہدایات کے پرسوں تک روانہ کروں گا۔

آج میرا جی خراب ہے۔ دردسر نزلے کے سبب لکھ نہیں سکتا۔

بنام عزیزم مقبول احمد نظامی فطرتی ساکن سیوہارہ ضلع بجنور

۱۲ رمئی سنہ ۱۹۱۳ء — دفتر اخبار توحید۔ میرٹھ

بے صبر انسان گھبرا مت۔ جانے والی چیز کا خیال چھوڑ دے۔ وہ خود آئے گی۔ قضا و قدر کے کارندے اپنا کام کر رہے ہیں۔ اور تو کہتا ہے وہ کام ادھورا چھوڑ دیں۔

مجکو اپنے پاس جانو۔ استقلال کو ہاتھ سے نہ دو۔ مشکلیں آسان ہونگی۔ ظاہری تدبیر سے غفلت مناسب نہیں مگر حزم و احتیاط کے ساتھ سورۂ فاتحہ کا عمل شروع کردو۔

دست غیب کوئی صاحب لے گئے۔ ایک پرچہ اور بھیجدو تاکہ ریویو کیا جائے۔

---

۹ رفروری سنہ ۱۹۱۵ء — دہلی

کیوں صاحب! پیارے نہ سلامے۔ اس قدر چپ چاپ رہنے کا مطلب ؟ میں نہ شورا شوری چاہتا ہوں۔ نہ یہ بے نمکی۔

یکم جون ۱۹۱۱ء
بمبئی

رخصت - جاتا ہوں - خط تامس کک کی معرفت قاہرہ مصر میں لکھنا -

---

۸ رجون ۱۹۱۲ء
دہلی

عزیزم

بیماری کی ترش مزاجی قابل ترس نہیں - ڈاکٹر نے پھیپھڑہ کی خرابی کی خبر سے وہم زدہ کر دیا تھا - اب دوسرے ڈاکٹر نے تسلی دیدی - شملہ کا عزم ملتوی کر دیا - طبیعت سکون پر آ چلی ہے -
میری پہلی تحریر کا کچھ خیال نہ کرو -

بنام عزیزم مسٹر ضیاء الحق عباسی نظامی خطاب یافتہ رضا شاہ
پرائیوٹ سکرٹری ریاست منگرول کاٹھیاواڑ

رضا شاہ پیارے -

پرائیوٹ سکرٹری ہونے سے جی خوش کیا - پرائیوٹ کا لفظ ہر حال میں پیارا ہے لڑکی مبارک لڑکا درکار ہے جسکو پیارا بناؤں -

دوارکا درشن کو آیا تو منگرول میں آپ سے بھی ملونگا۔

اوہو۔ وہلوی بیرسٹر صاحب دیوان ہیں۔ بھائی میرا سلام بولو۔

•۴۰•

۸ر اکتوبر ۱۹۱۳ء میرٹھ

وانا راضی بامر اللہ۔ رضا شاہ بھائی تمہارے خط کا موٹو گرام تم سے اچھا ہے پاس آتا ہے جی میں اُمنگ اور تصورات عظیم پیدا کرتا ہے۔

تیسری بیوی کا اشارہ فقرہ ظرافت تھا۔ اقبال کا خط اسی وقت آیا تھا جسمیں لکھا تھا کہ دو کر چکا تیسری کی تیاری ہے۔ میں نے تمکو بھی لکھدیا۔ ہاں ویسے دعا ہے کہ محبت برقرار رہے۔ دنیا میں اب سوا اسکے اطمینان کہاں ہے کہ بیوی راضی ہوں اور کلکٹر صاحب۔

قدرتی شاہ عجب شخص ہیں انکے والد نے آدمی بھیجا تھا۔ شاید پریشانی کے سبب پتہ معلوم کرنا چاہتے تھے اور وہ مست الست بنے ہوئے ہیں۔ اچھا ہے یہ زندگی بھی خوب ہوتی ہے۔

بیعت کی خوب کہی۔ بھائی میں خود تمہارا مرید ہوں۔ تمہارا شیفتہ ہوں۔

اکتوبر کے آخر میں یہ پروگرام مقرر کیا ہے۔ سیدھا بمبئی۔ وہاں سے براہ جہاز منگرول (بشرطیکہ سمندر مطمئن ہو) وہاں سے راجکوٹ۔ وہاں سے احمدآباد دو مہینے کا دورہ ہے جنوری میں اپنا گھر ہوگا۔ اور بندہ "امراللہ"

حقدار شاہ کو دعا اور اس بچہ سابق و نوجوان حال صاحب قال۔ یعنی ابن جہانگیر میاں جسکو بال گھونگھر والے گانا آتا ہے۔ ڈبل دعا۔

سب بچے جلینی مسلمین کا اشارہ خوب ہے۔ بھائی قرار کب تھا کیمیا بنے گی جبھی پارہ ٹھیرے گا۔ دور باش مومن کو سلام۔ قدرتی شاہ اور نوابصاحب کو سلام۔

۲۱ محرم الحرام ۱۳۳۳ھ دہلی

میری رضائی الحاف کا موسم جا رہا ہے رضائی کی ضرورت آرہی ہے تم تو کھنچے ہو بانگروں سے کہو وہ بھی کھنچے۔ کیونکر آؤں سر کے بال زیادہ بڑھ گئے ہیں۔ ولی عہد ماماودر کی آمد سے خوشی ہوئی چیف صاحب کو تو مبارکباد دیدی جہانگیر میاں صاحب سے بھی کہدو۔ بھائی انکی میرے دل میں بڑی قدر ہے پہلے ہی سے تھی مگر اب کے تم نے اور بڑھا دی۔

یہ بھی عجیب شخص ہیں جب چپ تھا تو بولتے تھے۔ بولتا ہوں تو چپ ہو گئے۔ انسے کہو گجراتی اخباروں میں سنوسی کا ریویو کریں۔ آخر کس دن انکی جولانیاں کام آئینگی۔ علی کا ہاتھ ٹوٹ گیا تھا شرارت کی حد ہے۔ واحدی صاحب اچھے ہیں میں خود بھی کچھ بہت برا نہیں۔ سب چھوٹے بڑوں کو سلام۔

دہلی

امراللہ پر راضی پیارے رضا شاہ سلامت رہو۔ سنتا ہوں تمہارا اکلوتا بیٹا اللہ میاں نے لے لیا اور تمہاری رہی سہی ظاہری امیدوں کو ملیا میٹ ہونا پڑا۔ جانتا ہوں

کہ تم اور تمہاری اہلیہ اس غم میں بیقرار ہونگے۔ مگر بھائی! آدمی کو جبکہ اُس کا نام رضا بامر اللہ ہو صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا چاہئے۔ میں نے خدا سے پوچھا تھا کہ کیوں جناب آپ بندوں کے بچوں کو مار ڈالتے ہیں اور ترس نہیں کھاتے۔ یہ سنکر بولے میرے کوئی اولاد نہیں ہے اس واسطے اولاد والوں کی مامتا سے بے نیاز ہوں۔ مگر رضا راضی کے امتحانات ختم ہو گئے اب میں اُن کے زخموں پر مرہم رکھوں گا۔ لہذا یہ خط جو دنیا والوں کی نگاہ میں ماتم نامہ اور مستانہ فقیر کے خیال میں تو یہ بشارت ہے بھیجتا ہوں اپنی اہلیہ کو سنا دینا اور آیندہ کے لئے صبر و شکر اور توکل کا امیدوار بنانا۔ اب میں درسگاہ میں مقیم ہوں اور یہیں رہونگا۔

حصہ دوم خطوط خواجہ حسن نظامی

حصہ اول کے بعد جو یہ موجود ہے فوراً دوسرے حصہ کی تیاری بھی شروع ہو گئی ہے۔ اس دوسرے حصے میں پہلے حصے سے زیادہ دلچسپ اور پُر معانی خطوط ہیں ہز اکسلنسی مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر چشتی سابق وزیر اعظم حیدر آباد کے نام خطوط کا ایسا ذخیرہ ہے جو اردو زبان کے سرمایہ میں بے نظیر چیز سمجھا جائیگا۔ اور بھی دوستوں۔ مریدوں کے نام خطوط ہیں جن کی فراہمی میں کوشش ہو رہی ہے خدا نے چاہا دو تین مہینے میں سب کو جمع کر کے شائع کر دیا جائیگا۔

شائقین درخواستیں بھیجدیں۔ جن کی درخواست پیشگی آئے گی اُن سے کتاب کا محصول نہ لیا جائے گا۔

اتالیق خط نویسی

اسکے دو حصے شائع ہو چکے ہیں۔ پہلے حصہ میں جسکا نام "چار آنکھ کی استانی" ہے۔ صرف حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کے خطوط ہیں اور خواجہ صاحب نے نومشق لڑکوں اور لڑکیوں کو خط لکھنے کا طریقہ بتایا ہے۔ اور ایسے عام فہم اسلوب سے سبق دیا ہے کہ فوراً سمجھ میں آ جاتا ہے اور خط و کتابت کا ڈھنگ معلوم ہو جاتا ہے قیمت ۶؍ علاوہ محصول۔

حصہ دوم

میں مولانا شبلی مرحوم۔ مولانا ابو الکلام۔ ڈاکٹر اقبال۔ مولانا ذکاء اللہ۔ میرزا صاحب قادیانی مولانا اکبر الہ آبادی۔ نواب محسن الملک مرحوم کے خطوط ہیں۔ اور ہر شخص کے اصلی دستخطوں کی تصویریں بھی دیگئی ہیں۔ یہ مجموعہ درحقیقت اتالیق ہے خط نویسی کا۔ کیونکہ ملک کے تمام مشہور ادیبوں اور انشا پردازوں کی تحریر کے الگ الگ نمونے ہیں۔ اِس مجموعہ کا نام "نامی مسلمانوں کے خطوط" ہے۔ دونوں بہت مقبول ہوئے۔ صرف چند کاپیاں بچی ہیں باقی فروخت ہو گئے ضرورت ہو تو جلدی منگا لیجیے۔ ورنہ طبع ثانی کی راہ دیکھنی پڑیگی قیمت ۴؍

کارکن حلقۂ المشائخ دہلی سے طلب فرمائیے

آتالیق خطوط نویسی

حصہ سوم

یہ حصہ آج کل زیر ترتیب ہے۔ اور سابقہ دونوں حصوں سے زیادہ مفید اور کار آمد ہے۔ اسمیں حضرت اکبر الہ آبادی۔ ڈاکٹر اقبال۔ بیگم صاحبہ شیخ صفدر علی۔ مہاراجہ سرکشن پرشاد۔ مولانا عبدالماجد بی اے۔ مسٹر محمد علی کامریڈ۔ مسٹر شوکت علی وغیرہ کے خطوط شامل کیے جائیں گے۔ اور زیادہ تعداد حضرت اکبر کے مکتوبات کی ہوگی۔ جن کی دید کے لیے سارا ہندوستان بیقرار ہے۔ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کے پاس حضرت اکبر کے خطوط ہزار سے بھی زیادہ جمع ہیں۔ مگر اس مجموعہ میں وہی ذخیرہ درج ہوگا جس کا تعلق لفظ آتالیق سے ہو۔ یعنی جو خط محض ادبی رنگ کے ہیں۔ اور فصاحت و بلاغت کی شان جن سے معلوم ہوتی ہے ان کو درج کیا جائے گا۔ اور باقی خطوط ایک علیحدہ مجموعہ میں جس کا نام "مکاتیب اکبر" ہوگا۔ مندرج ہونگے۔

یہ بھی کوشش ہو رہی ہے کہ نواب وقار الملک۔ سر سید۔ مولانا حالی۔ ڈپٹی نذیر احمد۔ شمس العلماء مولانا آزاد دہلوی کے غیر مطبوعہ خطوط بھی اس حصہ میں چھپے جائیں اور اردو زبان کا لاجواب مجموعہ اور خطوط نویسی کا سچ مچ آتالیق اسکو بنا دیا جائے۔

جلدی درخواستیں بھیجیے۔ جو صاحب اشاعت سے پہلے اپنا نام درج رجسٹر کرا دیں گے ان سے محصول نہ لیا جائے گا۔

میرے نام اس پتہ پر خط لکھیے

پیرزادہ سید محمد صادق کارکن حلقۃ المشائخ دہلی